امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۰/جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-49

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، اداریہ
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ دور حاضر میں سیرت نبوی کی رہنمائی
■ موجودہ حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے
■ بینک ڈپوزٹ کی شرعی حیثیت
■ ہجری اور عیسوی کیلنڈر۔ چند ضروری باتیں
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

ایک ملک، ایک انتخاب- منظر پس منظر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آزاد ہندوستان کا پہلا انتخاب 1952 میں ہوا تھا، دستور کے اعتبار سے ہندوستان ریاستوں کا وفاق ہے، اس لیے اس وقت ریاستی حکومتوں کی تشکیل کے لیے پارلیامنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات ایک ساتھ کرائے گیے تھے، تاکہ ملک کا وفاقی ڈھانچہ مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہو سکے، رجواڑوں اور نوابوں کے نرغے سے آزاد ریاستوں کی نئی حد بندی کی وجہ سے یہ سلسلہ 1957 میں باقی نہیں رہ سکا، چنانچہ اس سال صرف چھہتر فی صد ریاستوں میں ہی پارلیمانی انتخاب کے ساتھ اسمبلی انتخابات کرائے جاسکے، 1959 میں اس وقت کی کانگریسی حکومت نے آزاد ہندوستان میں پہلی بار دفعہ 356 کا سہارا لے کر کیرل کی نمبو دری پدسر کار کو برخواست کر دیا، ایسے میں ممکن نہیں رہا کہ پارلیامنٹ اور اسمبلی کا انتخاب ایک ساتھ ہو، چنانچہ کیرل میں 1960 میں پھر سے ضمنی انتخاب کرایا گیا جو ملک کی تاریخ کا پہلا ضمنی انتخاب تھا، 1962 اور 1967 میں جن ریاستی حکومتوں کی مدتِ کار پارلیامنٹ کے ساتھ ختم ہوگئی تھی، وہاں پارلیمانی انتخاب کے ساتھ ہی ریاستی انتخابات کرائے گیے اور جن کی مدت کا پوری نہیں ہوتی تھی، اس کے انتخابات مدت کار کی تکمیل کے بعد کرائے گیے، 1977 میں جب ایمرجنسی کے بعد پہلے انتخاب میں کانگریس کو بُری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا، خود اس وقت کی وزیر اعظم اور مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں کامیاب اندرا گاندھی جو خاتون آہن کے لقب سے جانی جارہی تھیں، اپنی رائے بریلی سیٹ ہار گئیں اور ان کے روایتی حریف راج نرائن نے ان سے گاندھی خاندان کی یہ روایتی سیٹ چھین لی، جے پرکاش نرائن کانگریس مخالف تمام پارٹیوں کو یک جٹ کرنے میں کامیاب ہوگیے اور جنتا پارٹی قائم ہوئی، جس کی ایک حلیف جماعت جن سنگھ بھی تھی، مرار جی ڈیسائی وزیر اعظم ہوئے اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ ملک نے کانگریس کے خلاف ووٹ دیا ہے، نو ریاستوں کی کانگریسی حکومت کو یا تو برطرف کر دیا، یا کانگریسی حکومتوں نے خود سے استعفیٰ دیدیا، ان ریاستوں میں صدر راج لگایا گیا اور بعد میں ریاستی انتخابات کرائے گیے، ایسے میں پارلیامنٹ کے ساتھ ریاستوں کے انتخاب کی روایت بالکلیہ ختم ہوگئی اور ریاستی انتخاب کا مدار مدت کار کی تکمیل پر قرار پایا۔

1983 میں الیکشن کمیشن نے پھر سے پالیامنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے انتخاب ایک ساتھ کرانے کا مشورہ دیا، حکومت کی نظر میں یہ کام ملک کے وفاقی ڈھانچے کو کمزور کر سکتا تھا، اس لیے اس پر توجہ نہیں دی گئی 1999 میں لاکمیشن نے ایک ساتھ انتخاب کرانے پر زور دیا، لیکن اسے ملک کے مفاد میں نہیں سمجھا گیا، 2014 میں کانگریس حکومت کا اختتام ہوا اور بی جے پی اکثریت کے ساتھ مرکزی حکومت پر قابض ہوئی، 2015 میں پارلیامنٹ کی مجلس قائمہ نے ایوان میں اپنی رپورٹ رکھی، لاکمیشن نے 2018 میں جج پی، ایس چوہان کی صدارت میں قانونی مسودہ جاری کیا، جس میں یہ بات صاف کہی گئی تھی کہ موجودہ دستور کے مطابق ایک ساتھ انتخاب نہیں کرائے جاسکتے، ظاہر ہے یہ بات بی جے پی اور آر ایس ایس کو پسند نہیں آئی، چنانچہ وزیر اعظم نریندر مودی نے 2019 میں ایک ملک ایک انتخاب کے موضوع پر تمام سیاسی پارٹیوں کو مدعو کیا، اس طرح ایک بار پھر یہ بحث کا موضوع بنا، لیکن اتفاق رائے نہیں ہوسکا، مرکزی حکومت اسے سرد بستے میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی، اس لیے اس نے 2 دسمبر 2023ء کو سابق صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کی صدارت میں اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی، تاکہ وہ اس کے امکانات پر غور کرے، اس کمیٹی میں مرکزی وزیر داخلہ امیت شاہ، کانگریس کے سابق لیڈر غلام نبی آزاد، پندرہویں مالیاتی کمیشن کے سابق صدر این کے سنگھ، پارلیامنٹ کے سابق جنرل سکریٹری ڈاکٹر کمار کیشپ، سینئر وکیل ہریش سالوے، چیف وجیلنس کمشنر سنجے کوٹھاری کو شامل کیا گیا، خصوصی مدعوئین میں قانون راجیہ منتری ارجن رام میگھوال اور ایچ ایل سی سکریٹری کی حیثیت سے ڈاکٹر نتن چندرا بھی شامل کیے گیے، اس کمیٹی نے مبینہ طور پر تمام سیاسی پارٹیوں، ججوں، الگ الگ حلقوں کے ماہرین سے تبادلہ خیال کے بعد اپنی تفصیلی رپورٹ مارچ 2024 میں 18626 صفحات پر مشتمل صدر جمہوریہ دروپدی مرمو کو پیش کر دیا اور ستمبر 2024ء میں مرکزی وزارت نے رپورٹ کو اپنی منظوری بھی دیدی، کووند کمیٹی کو اس رپورٹ کے تیار کرنے میں 191 دن لگے، کمیٹی کے صدر کے بقول اس درمیان انہوں نے سینتالیس سیاسی جماعتوں سے رائے لی، ان کے مطابق بتیس (32) سیاسی جماعتوں نے ایک دیش، ایک چناؤ کے تجویز کی حمایت کی اور کہا کہ اس سے وسائل کی بچت ہوگی، سماجی تال میل بنائے رکھنے میں مدد ملے گی، معاشی تیز رفتاری کو اس سے فروغ ملے گا، پندرہ (15) سیاسی جماعتوں نے تجویز کی پر زور مخالفت کی، عوامی رائے جاننے کے لیے کمیٹی کی جانب سے پورے ہندوستان کے اخبارات میں اشتہارات دیے گیے اور ان سے رائے مانگی گئی، عوام نے رائے دینے میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی، صرف پورے ہندوستان سے 21558 لوگوں نے اپنی رائے بھیجی، بھیجنے والے زیادہ تر بی جے پی اور آر ایس ایس کے لوگ تھے، اس لیے اسّی فی صد رائے انتخابات ایک ساتھ کرانے کی آئی، آخری مرحلہ میں بھارت کے چار سابق چیف جسٹس، بارہ ہائی کورٹ کے جج، چار سابق الیکشن کمشنر، آٹھ ریاستی انتخابی ذمہ دار، لاکمیشن کے صدر کو ان کی ذاتی حیثیت سے بات چیت کے لیے بلایا گیا، الگ الگ انتخاب سے معاشی نقصانات کے تجزیہ کے لیے، سی، آئی، آئی، فکّی، ایسو چرم جیسے معاشی ماہرین کی رائے لی گئی، رائے لینے میں انتخاب اس فکر وخیال کے لوگوں کا کیا گیا جو حکمراں کے کہنے پر دن کو رات ہی نہیں کہتے، بلکہ آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ ہاں ہاں دیکھئے وہ چاند تارے نکلے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی رائے یہی تھی کہ ایک ساتھ انتخابات کرائے جائیں۔

چنانچہ کووند کمیٹی نے جو رپورٹ تیار کی، اس میں صاف صاف لکھا کہ انتخاب دو مرحلوں میں کرایا جائے، پہلے مرحلہ میں پارلیامنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے انتخاب کرائے جائیں اور دوسرے مرحلہ میں نگر پالیکا اور پنچایت کے چناؤ ہوں گے، البتہ دوسرے مرحلہ کا انتخاب پارلیامنٹ اور ریاستی اسمبلی انتخاب کے سو دنوں کے اندر ہونے چاہیے، تمام انتخابات میں ووٹر لسٹ اور رائے دہندگان کے شناختی کارڈ ایک ہوں گے، اس کے لیے دستور میں ضروری تبدیلی کی جائے اور الیکشن کمشنر کی صلاح سے کیا جائے۔

کمیٹی نے اس مسئلہ پر کہ اگر ریاستی اسمبلی اور پارلیامنٹ کسی وجہ کر وقت سے پہلے تحلیل ہو جائے تو مشورہ دیا ہے کہ بچے ہوئے وقت کے لیے ضمنی انتخاب کرایا جائے گا، اگر دو سال پر ایسا ہوا تو ضمنی انتخاب کے بعد آنے والی حکومت کی مدت کار صرف تین سال ہوگی، اسی طرح ریاست کا نئے انتخاب کے بعد مدت کار اگر اسے دل بدلنے یا کسی اور وجہ سے برخواست نہیں کیا گیا تو وہ پارلیامنٹ کی مدت تک ہی کام کر سکے گی، کمیٹی نے یہ بھی بجھاؤ دیا ہے کہ 2029 کے انتخاب ایک ساتھ کرانے کے لیے تمام ریاستی اسمبلیوں کی مدت کار کم کر دیا جائے تاکہ 2029 کا انتخاب ایک ملک ایک انتخاب کے فارمولے پر کرایا جاسکے۔

اس رپورٹ کے دینے کے بعد رام ناتھ کووند کمیٹی کا کام پایہ تکمیل کو پہونچ گیا، مرکزی کابینہ نے اسے نہ صرف منظور کرلیا، بلکہ پارلیامنٹ میں اس بل کو پیش بھی کر دیا، سیاسی پارٹیوں نے 17 دسمبر 2024 کو اس بل پر چرچا کے لیے اپنے اپنے ارکان کو ایوان میں حاضر رہنے کے لیے وھپ جاری کر دیا، بل پر زوردار بحث ہوئی، سارا حزب مخالف انڈیا اتحاد مخالفت میں کھڑا ہوگیا، بی جے پی کے لیڈر نے کانگریس کو خوب کوسا، وزیر قانون نے اس بل کو آئینی قرار دیا، جس سے کسی بھی طرح ریاست کے اختیارات میں کمی نہیں آتی، اس بل کے ذریعہ آئین کے بنیادی ڈھانچے میں چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کیا جارہا ہے، اس سے نہ تو پارلیامنٹ کی طاقت کمزور ہو رہی ہے اور نہ ہی مقننہ کی، انڈیا اتحاد کے لوگوں نے بھی خوب کھری کھوٹی سنائی، بل کو جمہوریت، وفاقی ڈھانچے، آئین کی بنیادی روح کے خلاف، ریاستوں میں صدر راج کے فروغ اور حقیقی جمہوریت کے لیے خطرناک بتایا، بعضوں کی رائے تھی کہ اس بل کا اصل مقصد نیا آئین لانا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹/ پر)

اچھی باتیں

”کسی مضبوط پہاڑ کا اتنا بوجھ نہیں ہوتا، جتنا بے قصور پر تہمت لگانے کا ہوتا ہے ☆ دھوکہ بڑے کمال کی چیز ہے کبھی کھا کر دیکھو سمجھدار ہو جاؤ گے ☆ آدمی کو مرتے دم تک زندہ رہنا چاہیے اور اس کے کردار کو مرنے کے بعد بھی ☆ کسی کی اصلاح کرتے وقت نرمی اختیار کرو، تاکہ وہ تمہاری بات دل سے قبول کرلے ☆ وقت لے آیا اصلیت سب کی، ورنہ ہم تو منافقوں کو بھی مخلص سمجھتے تھے ☆ نرم دل لوگ ہمیشہ دھوکہ کھاتے ہیں؛ کیوں کہ وہ غلط لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں ☆ ہنر جھکنے کا مجھ میں بھی بہت ہے مگر ہر چوکھٹ پر سجدہ کروں یہ مجھے گوارہ نہیں“۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

آئے دن کسی نہ کسی قدیم مسجد اور درگاہ کے نیچے مندر ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے، تحفظ مذہبی مقامات قانون 1991ء کی ان دیکھی کرتے ہوئے نچلی عدالتیں بھی بغیر سوچے سمجھے ایسی مسجدوں اور درگاہوں کے سروے کا حکم تیزی سے جاری کر رہی ہیں، ہر مسجد اور درگاہ کے نیچے شولنگ کھوجنے اور مسلمانوں کے معاشی بائیکاٹ کی تحریک سے جو نفرت کا ماحول آج بھارت میں بنا ہوا ہے، ویسا ہی ہندوؤں کے خلاف تشدد کا ماحول اب بنگلہ دیش میں بھی بنا ہے، جو کچھ مہینے پہلے تک بالکل نہیں تھا، کل ملا کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے یا بنگلہ دیش میں ہندوؤں پر تشدد کے خلاف بھارت میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے بنگلہ دیش کے ہندوؤں کی دشواری کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہیں۔ (انیل جین، راشٹریہ سہارا، ہندی: ۱۴/دسمبر ۲۰۲۴ء)

دنیاوی واخروی فلاح صرف متقیوں کیلئے ہے

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تم کو قوت فیصلہ اور حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور فرمادے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل والا ہے" (سورۃ الانفال، آیت: ۲۹)

مطلب: قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے متقیوں کے لئے اخروی فائدے اور دنیاوی نعمتوں کے ملنے کے تذکرے مختلف انداز میں فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ وپرہیزگاری اور یاد الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں تو اللہ انہیں ایسی بصیرت وفراست عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ ایمانی فراست کے ساتھ ہر معاملہ کا حل نکالتے ہیں، اگر انہیں اس راہ میں مشکلات ورکاوٹ پیش آتی ہے تو اللہ کی طرف سے انہیں ہمت وحوصلہ ملتا ہے پھر وہ عزم پیہم اور جہد مسلسل سے اس کام کو کرڈالتے ہیں، پھر وہ اس تقویٰ والی زندگی گذارنے کے نتیجہ میں اگر ان سے کوئی خطائیں نادانستہ طریقے پر سرزد ہوجاتی ہیں تو پھر وہ اپنے اعمال خیر کے ذریعہ اللہ کی طرف مراجعت کرتے ہیں، توبہ وانابت کی توفیق ملتی ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے دن ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر مغفرت کا فیصلہ فرمادیتے ہیں جہاں انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسر ہوں گی اور دراصل یہی کامیابی ہے جو دائمی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقعہ نہیں، دنیا وآخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "بلاشبہ متقی لوگ امن وچین کے مقام میں ہوں گے یعنی باغوں اور چشموں میں ہوں گے" (الدخان) گویا اخروی فلاح وکامیابی صرف متقیوں کے لئے ہے، حجاز مقدس کے ایک بڑے دانشور نے لکھا کہ تقویٰ ایک کثیر الفوائد عمل ہے، تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا کی خیر اور بھلائی عطا کرتا ہے، ان کے ہر اہم کام میں آسانی فراہم کرتا ہے، تقویٰ اختیار کرنے سے دنیا بگڑتی نہیں، بلکہ دنیا بھی ہاتھ آتی ہے، آخرت تو متقیوں کے لئے ہی ہے وہاں کی ساری خیر اور بھلائیاں ان ہی کے حصے میں آئیں گی، حساب وکتاب میں آسانی، پل صراط سے آسانی سے گذرنا اور جنت جیسی لازوال نعمت صرف اور صرف ان کے حصے میں آئے گی، بلند وبالا مقام، سلام کے استقبال اور ٹھنڈے میٹھے مشروب سے ان کی خاطر وتواضع کی جائے گی، یقیناً ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ دین ودنیا دونوں میں ہمارے ساتھ آسانی پیدا کی جائے، اس خواہش کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ہم متقی بن جائیں (زندگی تو) اور اس کیلئے احتیاط وپرہیز کی زندگی گذاریں، نفس کا محاسبہ کریں، لایعنی کاموں سے پرہیز کریں، حتی کہ تہمت کی جگہوں سے بھی گریز کریں، دل کو اللہ کی یاد، زبان کو ذکر وتسبیح سے تر رکھیں اور اس یقین کے ساتھ زندگی بسر کریں کہ جو کچھ بھی ہوگا وہ اللہ کی مرضی سے ہوگا، اگر ہم نے ان باتوں پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی متقیوں میں شمار کریں گے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جو دو چہروں والا ہوگا کہ ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہو اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے جاتا ہو" (مشکوۃ شریف)

وضاحت: دو شخصوں کا دوست بن کر ایک کی بات دوسرے تک پہونچانا اور ان دونوں کے تعلقات کو خراب کرنا دورخا پن ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو رخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی، یہ گویا اس کی اس عادت ذمیمہ کی تمثیل ہوگی کہ وہ لوگوں سے دورنگ کی باتیں کیا کرتا تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ دورخے کے لئے صرف ایک کی بات دوسرے تک پہونچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر ایک شخص سامنے ایک کی تعریف کرے اور اس کے پاس سے نکلے تو اس کی ہجو کرنے لگے تو بھی وہ دورخا کہلائے گا، نفاق میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اسی لئے صحابہ کرام اس کو بھی نفاق سمجھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا گیا کہ ہم لوگ امراء اور حکام کے پاس جاتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں اور جب ان کے یہاں سے نکلتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں، بولے ہم لوگ عہد رسالت میں اس کا شمار منافق میں کیا کرتے تھے (سیرۃ النبی:۶) عہد نبوت میں منافقین اپنے نفاق کو چھپا کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب منافقوں کے سرداروں سے ملتے تھے تو انہیں یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مسلمانوں کے ساتھ محض مذاق کررہے ہیں، ایسے منافق قیامت کے دن سخت سزا کے حق دار ہوں گے اور دنیا میں ذلت وحقارت کی زندگی گذاریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مداہنت، چاپلوسی اور منافقت یہ بہت بری خصلت ہے، اس سے ہر مومن بندہ کو بچنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے نفاق اور مداہنت کے اس دلدل سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ راہیں بتلائی ہیں، ایک بار جب بنو عامرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بالکل نہیں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام سے بلند کردو جو مجھے اللہ نے عطا کیا ہے، میں محمد ہوں، عبداللہ کا بیٹا، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہو تو یوں کہے میں اسے ایسا سمجھتا ہوں، اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں موجود ہوں، اس کا حساب کرنے والا اور اجر دینے والا تو اللہ ہے اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اللہ کے نزدیک اچھا ہے، دومنہ والے کا بھی یہی طرز عمل ہوتا ہے، ایک کے ساتھ مل بیٹھ کر اس کی تعریف کرتے ہیں اور دوسرے کی برائی بیان کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے پاس جاتے ہیں تو پہلے والے کی برائی بیان کرتے ہیں اور سامنے والے کی تعریف کرتے ہیں، جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے جس سے ہر شخص کو بچنا چاہئے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

فوم پر نماز پڑھنا

س: جاڑے کے موسم میں عام طور پر مسجدوں میں فوم بچھایا جاتا ہے تاکہ نیچے سے ٹھنڈ کا احساس نہ ہو، سوال یہ ہے کہ مسجدوں میں فوم بچھانا اور اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

ج: اگر فوم کی موٹائی اتنی ہو کہ اس پر سجدہ کرنے سے پیشانی اندر کو دبتی چلی جائے، کوئی سختی محسوس نہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ اور نماز درست نہیں ہے، لہذا اس کو مسجد میں بچھانا بھی صحیح نہیں ہے اور اگر موٹائی اتنی ہو کہ اس پر سجدہ کرنے سے پیشانی ٹک جائے اور سختی محسوس ہو تو اس پر سجدہ اور نماز درست ہے اور اس کو مسجد میں بچھانا بھی صحیح ہے، عام طور پر مسجدوں میں اسی دوسری قسم کا فوم بچھایا جاتا ہے، اس لئے اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے: "اذا القی فی المسجد حشیش کثیر فسجد علیه، إن وجد حجمه یجوز وإلا فلا، وإذا صلی علی التبن والقطن المحلوج وسجد علیه إن استقرت جبهته وأنفه علی ذلک ووجد الحجم یجوز، وإن لم تستقر جبهته لایجوز" (الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۱۷۸)

اسپنج والے بستر پر نماز

س: پلنگ پر موٹا اسپنج بچھا ہوا ہے جو نرم بھی ہے، سجدہ میں پیشانی کو کوئی قرار نہیں ملتا، دبتی چلی جاتی ہے، نیچے سے کوئی سختی محسوس نہیں ہوتی، اس پر نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر سجدہ کی جگہ کوئی تخت یا سخت چیز رکھ دی جائے جس پر سجدہ کیا جائے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج: قالین، اسپنج، فوم یا گدے پر سجدہ کے تعلق سے شریعت کا اصول یہ ہے کہ جس چیز پر سجدہ کر رہے ہیں اس میں تھوڑے دباؤ کے بعد بھی اگر پیشانی نیچے سختی محسوس کرلے، اس پر پیشانی کو مکمل ٹھہراؤ اور سکون مل جائے تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ صحیح ہوجائے گا اور نماز درست ہوجائے گی اور اگر سجدہ کرتے وقت تھوڑے دباؤ کے باوجود بھی کوئی سختی محسوس نہ ہو، پیشانی دبتی چلی جائے، اسے مکمل ٹھہراؤ اور سکون نہ مل سکے تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی: "قوله (وأن یجد حجم الارض) تفسیره أن الساجد لو بالغ لایتسفل رأسه من ذالک فصح علی طنفسة وحصیر وحنطة وشعیر وسریر وعجلة وإن کانت علی الارض، لاعلی ظهر حیوان کبساط مشدود بین أشجار، ولاعلی ارز أو ذرة إلافی جوالق أو ثلج ان لم یلبده وکان یغیب فیه وجهه ولایجد حجمه... ومن هنا یعلم الجواز علی الطراحة القطن، فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا" (رد المحتار: ۲/۲۰۶)

لہذا صورت مسئولہ میں مذکورہ اسپنج جس پر سجدہ کرتے وقت پیشانی دبتی چلی جاتی ہے اور نیچے کوئی سختی محسوس نہ ہونے کی وجہ سے پیشانی کو کسی ایک جگہ قرار اور سکون نہیں ملتا تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ اور نماز درست نہیں ہوگی، البتہ سجدہ کی جگہ کوئی تخت یا سخت چیز رکھ دی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو سجدہ صحیح ہوجائے گا اور نماز درست ہوجائے گی۔

پگڑی کے پیچ پر سجدہ

س: اگر سر پر عمامہ لپیٹ رکھا ہو اور اس کا پیچ پیشانی پر اس طرح ہو کہ سجدہ کرتے وقت زمین پر پیشانی کے بجائے پگڑی کا پیچ ٹکے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں اور اگر پگڑی کا پیچ اس طرح ہو کہ سجدہ میں پیشانی اور ناک زمین سے اٹھی رہے اور اس پیچ پر سجدہ کیا جارہا ہو تو سجدہ ادا ہوگا اور نماز درست ہوگی یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر پگڑی کا پیچ پیشانی پر ہو اور سجدہ میں زمین پر براہ راست پیشانی ٹکنے کے بجائے پیچ کا واسطہ ہو تو سجدہ صحیح ہوجائے گا اور نماز درست ہوجائے گی، البتہ بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر پگڑی کا پیچ سر پر ہو اور سجدہ میں زمین پر پیشانی کے بجائے پگڑی کا پیچ ہی ٹکے پیشانی اور ناک زمین سے اٹھی رہے تو ایسی صورت میں سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی: "(یکره تنزیها بکور عمامته) إلا بعذر (وإن صح) عندنا (بشرط کونه علی جبهته) کلها أو بعضها کما مر (أما إذا کان) الکور (علی رأسه فقط وسجد علیه مقتصراً) أي ولم تصب الأرض جبهته ولاأنفه علی القول به (لا) یصح لعدم السجود علی محله" (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۲/۲۰۶)

ٹوپی پیشانی پر رکھ کر سجدہ کرنا

س: جاڑے کے موسم میں گرم ٹوپی یا رومال کا استعمال ہوتا ہے، ٹھنڈی کی وجہ سے لوگ ٹوپی یا رومال سے پیشانی بھی ڈھک لیتے ہیں اور اسی حالت میں سجدہ کرتے ہیں، سجدہ اور نماز درست ہوگی یا نہیں؟

ج: سجدہ میں پیشانی کو زمین پر ٹیکنا شرط ہے، خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، لہذا صورت مسئولہ میں اگر کسی نے ٹھنڈ کی وجہ سے پیشانی پر ٹوپی یا رومال لگائے رکھا اور اسی حالت میں سجدہ کرلیا تو شرعاً یہ سجدہ صحیح ہوگا اور نماز درست ہوگی: "ان صحة السجود علی الکور اذا کان علی الجبهة أو بعضها، اما اذا کان علی الرأس فقط وسجد علیه ولم تصب جبهته الارض علی القول بتعیینها ولاانفه علی مقابله لاتصح" (رد المحتار: ۲/۲۰۶)

منہ اور ناک ڈھانک کر نماز پڑھنا

س: ٹھنڈ کے موسم میں کچھ لوگ چادر اوڑھے رہتے ہیں اور ناک منہ سب ڈھک کر نماز پڑھتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: منہ اور ناک ڈھک کر نماز پڑھنے سے شرعاً نماز تو ہوجائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، نماز پڑھنے والا احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور ناک منہ ڈھانک کر کھڑا ہونا آداب شاہی کے خلاف ہے: "فیکره التلثم وتغطیة الانف والفم فی الصلوٰة لانه یشبه فعل المجوس" (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، فصل فی المکروهات، ص: ۳۵۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 48 مورخہ ۲۰؍رجمادی الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳؍دسمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار

آن لائن فریب کاری کے بڑھتے واقعات

انٹرنیٹ، آن لائن بینکنگ، کیش لیس لین دین وغیرہ نے بہت ساری سہولیات پیدا کی ہیں، اب آپ سبزی کی قیمت، بس کا کرایہ اور چھوٹے بڑے لین دین کو ڈیجیٹل ادا کرنے پر قادر ہیں، پان کی دوکان تک پر آن لائن ادائیگی کی سہولت موجود ہے، لیکن اس سہولت نے جرائم کے نئے دروازے کھولے ہیں اور سائبر دھوکہ دہی کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر دن نیشنل کرائم رپورٹنگ پورٹل پر چھ ہزار شکایتیں درج ہورہی ہیں، ہیلپ لائن 1930 پر روزانہ ساٹھ ہزار کالیں آتی ہیں، سی ایف، سی ایف آر ایم ایس (CFCFRMS) پورٹل پر ساٹھ کروڑ کے نقصان کی اطلاع ہندوستانی شہریوں کے ذریعہ دی جارہی ہے، سینتیس ہزار (37000) جعلی اکاؤنٹ کی اطلاع بھی عام ہورہی ہے، باخبر ذرائع کے اعداد وشمار کے مطابق امسال گذرے صرف نو ماہ میں سائبر جرائم پیشہ نے گیارہ کروڑ سے زیادہ کی ٹھگی کی ہے، کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، اے ٹی ایم اور انٹرنیٹ بینکنگ کے ذریعہ دھوکہ دینے والوں نے ملک کو 24-2023 میں ایک سو ستہتر کروڑ روپے کا نقصان پہونچایا ہے، گذشتہ چار سالوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ سائبر جرائم سے 20-2019 میں 44.22 ، 21-2020 میں 50.1 اور 22-2021 میں 80.33 اور 23-2022 میں 69.68 کروڑ کا نقصان ہوا ہے 24-2023 کے جو اعداد وشمار اوپر ذکر کیے گیے اس سے معلوم ہوتا ہے، امسال آن لائن فریب کاری میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔

سیٹیزن فائنیسل سائبر رپورٹنگ اینڈ مینجمنٹ سسٹم (CFCFRMS) کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ 2024 میں تقریباً بارہ لاکھ سائبر فراڈ کی شکایتیں موصول ہوئیں، جن میں سے پینتیس فیصد (35%) معاملات کمبوڈیا، میانمار اور آلوس جنوب مشرقی ایشیائی ملکوں کے جرائم پیشوں نے انجام دیا تھا، رپورٹ کے مطابق 2021 میں 30.5 لاکھ شکایتیں موصول ہوئی تھیں اور ان سے 27.914 کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔

سائبر جرائم پیشہ روزنت نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں، پہلے مرحلہ میں آپ کے پاس فون آئے گا کہ آپ کے موبائل ڈیٹا سے معلوم ہوا ہے کہ آپ غیر قانونی کاموں میں مشغول ہیں، آپ نے اگر اسے سچ سمجھ لیا تو مال اینٹھنے کا کام ابھی سے شروع ہوجائے گا، اگر آپ نے اس کو اہمیت نہیں دی تو آپ کے موبائل کو دو گھنٹے میں بند کرنے کی بات کہی جائے گی اگر آپ نے اس کو بھی نظر انداز کردیا تو اگلے فون میں آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کو کسی نے یا آپ نے کسی کو نشہ آور چیزیں، نقلی پاسپورٹ، نقلی شناختی کارڈ غیر قانونی اشیاء یا ممنوع چیزیں بھیجی ہیں، آپ کے کھاتے سے اس کا لین دین ہوا ہے، یہ اطلاع آپ کو کبھی اوڈیو اور کبھی ویڈیو کے ذریعہ دی جائے گی اور جب آپ پوری طرح خوف کے ماحول میں جینے لگیں گے اور آپ کو یہ باور کرانے میں وہ کامیاب ہوجائیں گے کہ یہ اطلاع آپ کو سی بی آئی کسٹم آفیسر، ای ڈی، نارکوٹکس، ٹیکس محکمہ آر بی آئی کے ذریعہ دی جارہی ہے، تو پھر آپ کی بلیک میلنگ شروع ہوجائے گی، فون کے ذریعہ آپ کو ایک ہی جگہ رہنے پر مجبور کردیا جائے گا، آپ اس کی تعمیل پر خوف کی وجہ سے مجبور ہوں گے، اسی کیفیت کو ڈیجیٹل اریسٹنگ سے ان دنوں تعبیر کیا جاتا ہے، خوف اس قدر جرائم پیشہ مسلط کرتے ہیں کہ انسان بڑی سے بڑی رقم جرائم پیشوں کے ذریعہ بتائے گئے کھاتے میں منتقل کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے اور جب ہوش آتا ہے، پولس کی مدد لیتا ہے تب تک اپنی ساری جمع پونجی کھو چکا ہوتا ہے۔

سائبر کرائم والے سرکاری آفس اور اس کے ای میل کی کاپی کرتے ہیں، فون کرنے والا پورے یونی فارم میں ہوتا ہے، وہ یقین دلانے کے لیے بیک گراؤنڈ سے پولیس سائرن بھی سناتا رہتا ہے، تاکہ آپ کو فریب کاری کا شبہہ ہی نہ ہو، عموماً ان کے ہتھے وہ لوگ چڑھتے ہیں جن کے آدھار، پین کارڈ، بینک اکاؤنٹ وغیرہ کسی غفلت کے نتیجے میں جمع کرلیتے ہیں، ان کو جمع کرنے کے بعد وہ آپ کے نجی راز تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر شروع ہوتا ہے فریب کاری کا سلسلہ، یہ اتنے منظم ہوتے ہیں کہ اگر آپ کے کھاتے میں رقم نہ ہو تو قرض دینے والے ایپس کے ذریعہ یہ آپ کو قرض بھی دلادیں گے۔

اس صورت حال سے بچنے کے لیے جو احتیاطی تدابیر کرنی چاہیے، ان میں کمپیوٹر کی حفاظت کی بڑی اہمیت ہے، قابل اعتبار ذرائع سے ہی اپلیکیشن ڈاؤن لوڈ کریں، آپریٹنگ سسٹم، اپلیکیشن اور وائرس مخالف سافٹ ویر کو معمول کے مطابق اپڈیٹ کرتے رہیں اور پاس ورڈ دوسروں تک نہ پہونچے اس کو یقینی بنائیں، اسی طرح آپ اپنے انٹرنیٹ پر بھی توجہ رکھیں، مشکوک لنک، یو آر ایل کلک یا ڈاؤن لوڈ کرتے وقت ہوشیار رہیں، خفیہ معاملات اور گفتگو کے بعد براؤزر سے اطلاعات کو ڈی لٹ کردیں، اپنے یو پی آئی پن کو محفوظ رکھیں اور کسی کو اسے معلوم نہ ہونے دیں، اپنے ڈیوائس اور پاس ورڈ کو اس طرح مضبوط بنادیں کہ کوئی دوسرا اس کا استعمال نہ کرسکے، آپ جو کچھ پوسٹ کرنا چاہتے ہیں اس کے قبل پرائیویسی سیٹنگ کا انتخاب کریں، اپنا لوکیشن بھی کسی کو فارورڈ کرنے میں محتاط رہیں، فرینڈ ریکویسٹ (دوستی کی درخواست) بھی بہت چھان بین کے بعد قبول کریں، موبائل فون پر عوامی وائی فائی کا استعمال بھی ٹھگی اور فریب کے کاموں میں معاون بن سکتا ہے، موبائل اپلیکیشن، سوشل میڈیا اکاؤنٹ کی پرائیویسی پر بھی دھیان مرکوز رکھنا آپ کے لیے فریب سے بچنے کا سبب بن سکتا ہے، پرکشش آفر دینے والے ای میل لنک کو نہ کھولیں، نہ یو آر ایل کھولنے کی بے وقوفی کریں، اس کی وجہ سے آپ کی ذاتی اور مالیاتی معلومات کے چوری ہونے کا خطرہ ہے، جب تک بھیجنے والے کے ای میل کی تصدیق اور تحقیق نہ ہوجائے، اس سے گریز کرتے رہیں۔

ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود یا کسی غفلت کی وجہ سے سائبر ٹھگوں نے آپ کو نشانہ بنا ہی لیا تو سائبر کرائم اتھارٹی کے ہیلپ لائن 1930 یا (cybercrime.gov.in) اور تھانے میں بھی اپنی شکایت درج کراسکتے ہیں، اگر کسی نے آپ کی شناخت چرالی ہے تو کریڈیٹ کارڈ بیورو بھی آپ کی مدد کرسکتا ہے، بینک کو بھی اطلاع دینا آپ کے لیے مفید ہوگا، یعنی محتاط رہیے، محفوظ رہیے، پر عمل نہ ہوسکے تو قانونی مدد لینا ہی اس کا واحد حل ہے۔

جنگ اور اس کے نقصانات

دوسری عالمی جنگ کے بعد پوری دنیا میں اس قدر لڑائیاں کبھی نہیں ہوئیں جتنی اس وقت ہورہی ہیں، عالمی طور پر دیکھیں تو برانوے (92) ممالک میں اس وقت سرد اور گرم جنگ چھڑی ہوئی ہے، چھپن (56) ایسے ممالک ہیں، جہاں عملاً جنگ چھڑی ہوئی ہے، ستانوے (97) ایسے ممالک ہیں جو تیزی سے بدامنی کی طرف بڑھ رہے ہیں، اس قسم کے 65% فی صد مسائل گذشتہ تین سالوں میں پیدا ہوتے ہیں، جنگ کے دوران ہونے والی ہلاکتوں میں تیس (30) فی صد کا اضافہ ہوا ہے، امن اور بدامنی کو ناپنے کا ایک پیمانہ GPI ہوتا ہے، اسے ایک سے پانچ اسکیل پر ناپتے ہیں، ایک نمبر کا مطلب، سب سے زیادہ پُرامن اور پانچ کا مطلب ہے، سب سے کم امن، اس کے مطابق سب سے زیادہ پرامن ملک اس وقت آئس لینڈ (1.112) آئرلینڈ (1.303)، آسٹریا (1.313)، نیوزی لینڈ (1.323) سنگاپور (1.339) رینک کے اعتبار سے علی الترتیب ایک سے پانچ تک ہے۔

بدامنی والے ملک کی بات کریں تو ایک نمبر پر یمن (3.397)، سوڈان (3.327)، جنوبی سوڈان (3.324)، افغانستان (3.294) اور یوکرین (3.28) جی پی آئی اسکور کے ساتھ علی الترتیب ایک سے پانچویں رینک پر ہے، غزہ، فلسطین، اسرائیل، ایران، لبنان وغیرہ کی بدامنی اور جنگی صورت حال ایسی ہے کہ وہ GPI اسکور کے اندر نہیں سماپاتا ہے، اس لیے اسے ریکنگ سے باہر رکھا گیا ہے، جن ملکوں کو بڑے نقصان کا سامنا درج بالا ممالک کے علاوہ ہے اس میں افغانستان (53.2) اور اتر کوریا (41.6) پر ہے، کانفلکٹ انڈے سیٹی انڈکس کی رپورٹ کے مطابق بھارت میں گذشتہ ایک سال میں بدامنی (1.6) فی صد کمی ہے، جب سے رینکنگ جاری ہونے لگا ہے، تب سے یہ بھارت کی سب سے اچھی حالت ہے، اس وقت بھارت پرامن ملکوں کی فہرست میں 116 ویں مقام پر ہے، 2019 میں اسے 141 واں مقام ملا تھا۔

2008 میں (GPI) گلوبل پیس انڈکس کی شروعات ہوئی تھی، امن کے معاملہ میں اوسط اسکور 4.5% فی صد کم ہوا ہے، دنیا میں امن وسکون کے حالات کے بارے میں 0.65 کی گراوٹ درج کی گئی ہے، گلوبل پیس انڈکس میں 163 ممالک ہیں، جن میں 97 کی حالت خراب ہوئی ہے، جنگوں میں چین، روس کا دبدبہ بڑھا ہے اور امریکہ کی داداگیری کم ہوئی ہے، دوسری طرف ملکوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ نہ صرف بڑھا ہے، بلکہ تختہ پلٹ کی کاروائی بھی ہورہی ہے، بنگلہ دیش اور شام کی مثال ہمارے سامنے ہے، بہت ساری جنگیں بے نتیجہ رہی ہیں، 1970 تک 49 فی صد جنگیں ایسی ہوتی تھیں، جس میں ایک فریق پوری طرح جیت جاتا تھا اور دوسرا فریق شکست سے ہم کنار ہوتا تھا، اب یہ ہار جیت کا تناسب 9% فی صد سے کم رہ گیا ہے، پرامن سمجھوتوں کے ذریعہ لڑائی کے اختتام کے واقعات میں بھی بے انتہا کمی آئی ہے۔ 1970 میں سمجھوتوں کی بنیاد پر جنگ کے اختتام کا تناسب 23% فی صد تھا جو اب گھٹ کر صرف 4% فی صد ہی رہ گیا ہے۔

تکنیکی اعتبار سے بھی طریقۂ کار میں تبدیلی آئی ہے، اب زمینی جنگیں کم ہوتی ہیں، یعنی جنگوں میں دو بدو اور آمنے سامنے کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے، فضائی اور ڈرون حملوں کے ذریعہ پہلے جنگی اور فوجی تنصیبات کو برباد کیا جاتا ہے اور جب سارے ایربیس، راڈار وغیرہ ختم ہوجاتے ہیں، تب فوج زمین پر اترتی ہے ایسے میں حملہ آور ملک کی کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور جس ملک کو محاذ جنگ بنایا گیا وہ مفتوح ہوجاتا ہے، عراق میں صدام کے دور حکومت میں عراق کو تباہ کرنے اور ابھی فلسطین میں یہی تکنیک استعمال کی جارہی ہے، اس بات کا اندازہ آپ اس سے لگاسکتے ہیں کہ 2018 اور 2013 کے درمیان ڈرون ٹیکنیک استعمال کرنے والے ملکوں کی تعداد صرف سولہ (16) تھی جو اب بڑھ کر چالیس (40) ہوگئی ہے، اس معاملہ میں اگر میینہ دہشت گردوں کو بھی شامل کردیں تو یہ تعداد 91 کو پہونچتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس میں 1400 گنا اضافہ ہوا ہے، 2023 میں ڈرون حملوں کی تعداد 4957 درج ہوئی تھی، جبکہ 2018 میں یہ تعداد صرف 421 تھی۔

دنیا جنگوں کو مسائل کا حل سمجھ رہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے، یہ مسئلوں کا حل کیا دے گی، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ جنگ مسائل پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔

جنگوں کا نتیجہ ہمیشہ غریبی، نقل مکانی اور موت کی شکل میں سامنے آتا رہا ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا کہ 2023 میں تشدد اور جنگ کی وجہ سے عالمی معاشی نظام کو 19.1 ٹریلین امریکی ڈالر (تقریباً 1612 لاکھ کروڑ روپے) کا نقصان اٹھانا پڑا، یہ دنیا کی کل GDP کا 13.5 فی صد ہے، اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی پوری آبادی پر فی کس 2380 ڈالر (جو ہندوستانی کرنسی تقریباً 1,90300 روپے کے بقدر ہے) کا خرچ پڑا۔

جنگ کے نتیجے میں اصل آبادی ملک سے نقل مکانی کرکے دوسرے ملکوں میں رفیوجی کی طرح زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے، شام کی دس سال سے زائد خانہ جنگی کے نتیجے میں کہا جاتا ہے کہ پندرہ لاکھ سے زائد لوگوں نے دوسرے ملکوں میں پناہ لی، میاں مار کے روہنگیا آج بھی بڑی تعداد میں ہندوستان میں پناہ گزیں ہیں، ایک اندازے کے مطابق عالمی سطح پر 9.5 کروڑ سے زیادہ لوگ یا تو رفیوجی ہیں یا دوسرے ملک کی شہریت لے چکے ہیں، دنیا کے سولہ (16) ممالک ایسے ہیں جہاں کے پانچ فی صد لوگ جنگ کی وجہ سے نقل مکانی کرچکے ہیں۔

جنگ کے نتیجے میں بے شمار لوگ جان سے سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، غزہ اور یوکرین کو چھوڑ دیں تب بھی آرمڈ کنفلکٹ سروے کے مطابق گذشتہ ایک سال میں پرتشدد واقعات میں مرنے والوں کی تعداد 37% فی صد بڑھی ہے، 2023 میں تصادم میں مرنے والوں کی تعداد 1.7 لاکھ تھی یہ تعداد 2024 میں 2.3 لاکھ تک پہونچ گئی ہے، ساحر لدھیانوی کہتے ہیں

اس لیے اے شریف انسانو — جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں — شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: **مولانا قمرالزماں ندوی**

حضرت مولانا نورالزماںؒ

14 دسمبر 2024ء بروز ہفتہ بوقت بعد نماز فجر سوشل میڈیا اور مختلف علاقائی گروپوں کے ذریعہ سے یہ جانکاہ خبر ملی کہ ولی کامل حضرت مولانا نورالزماں صاحب فاضل شمسی امام عیدگاہ بیسا تقریباً سو سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نورالزماں بن مولانا اسحاق بن شیخ عبدالمعبود بن شیخ دولت علی غالبا 1927ء میں سرزمین دیوکنڈہ سنہولہ ضلع بھاگلپور بہار میں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی اور پھر تحتانیہ وسطانیہ سے لے کر فوقانیہ تک کی تعلیم علاقہ کی مشہور دینی درس گاہ مدرسہ شمسیہ گورگاواں میں حاصل کی، وہاں میر محفل مولانا عبدالمجید صاحب قیسؒ اور بزرگ عالم دین مولانا رمضان علی صاحبؒ سے خصوصی تعلق رہا اور ان کے سامنے بطور خاص زانوئے تلمذ تہہ کیا، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے مرکز علم وفن مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ پٹنہ میں داخلہ لیا، وہاں سے آپ نے علوم شرعیہ اور مختلف علوم وفنون میں عالم و فاضل کی ڈگری حاصل کی کچھ عرصہ کے لئے آپ نے قدیم دینی دانش گاہ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں بھی داخلہ لیا اور وہاں کے فاضل اساتذہ کرام سے علوم شرعیہ میں مزید خوشہ چینی کی اور ان سے خصوصی استفادہ کیا۔ 1951ء میں آپ نے فراغت حاصل کی 1952ء میں آدرش ہائی اسکول تاراپور مونگیر میں استاذ فارسی مقرر ہوئے، ایک طویل مدت تک یہاں علم کی شمع روشن کرتے رہے، ہزاروں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا ان میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے، جو خود اب ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں، 1993ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور پھر آپ نے بقیہ زندگی اپنے گھر اور علاقہ میں خدمت دین اور تبلیغ دین میں گزاری، ملی وفلاحی کاموں میں بھی پیش پیش رہے، آپ کی علوم شرعیہ خاص طور سے تفسیر پر گہری نظر تھی، ہمیشہ قدیم وجدید تفاسیر کا مطالعہ کرتے رہتے تھے، اخیر عمر تک آپ کا حافظہ قوی رہا اور یادداشت پکی رہی، مولانا مرحوم جب تک تاراپور میں رہے وہاں سے قریب مسلم بستی غازی پور کی جامع مسجد کے امام وخطیب رہے اور ہمیشہ اپنے کو تعلیم و تربیت اور تبلیغ و اصلاح سے منسلک رکھا، جمعہ میں اصلاحی تقریر کرتے اور لوگوں کو دین کی طرف مائل کرتے، وہاں بھی آپ نے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور تاحیات اس کی سرپرستی اور نگرانی کرتے رہے، آپ ہمیشہ تعلیمی دینی، اصلاحی اور ملی کاموں میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل کی دولت کے ساتھ ظاہری وجاہت اور اثر ورسوخ سے بھی خوب نوازا تھا، آپ علاقہ کے ماموراور مقتدر علماء میں شمار ہوتے تھے لوگ آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آپ اپنے علاقہ کی تاریخی عیدگاہ بیسا کے امام تھے، نصف صدی سے زیادہ تک آپ نے اس ذمہ داری کو انجام دیا، ادھر جب پیری اور بڑھاپا غالب آ گیا تو اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے اور یہ منصب اپنے صاحبزادگان کے حوالے کر دیا، قاضی مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور ان کے بھائی قاضی افروز سلیمی صاحب چونکہ ان کے معتمد اور قریبی لوگوں میں تھے، اس لیے عیدین میں ان دونوں سے تقریر کرواتے اور بطور خاص زکوۃ کی اہمیت پر تقریر کے لیے کہتے؛ تاکہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچیں اور پوری ذمے داری سے اس فریضہ کو ادا کریں، تاکہ ملت کے بے سہاروں کی مدد ونصرت ہو سکے، نیز دینی مدارس کی بقا کے لیے اس کو ضروری سمجھتے۔

مولانا مرحوم کا تعلق خانقاہ و مدارس، علماء اور اہل علم سے ہمیشہ گہرا رہا، وہ مولانا منت اللہ رحمانی کے تربیت یافتہ تھے، ان کے مسترشدین میں سے تھے، خانقاہ رحمانی اور امارت شرعیہ سے ان کا گہرا تعلق تھا، انہوں نے مولانا رحمانی صاحبؒ کے ساتھ مونگیر اور بھاگلپور کے علاقہ میں رد قادیانیت پر بھی کام کیا، خانقاہ کے پروگرام میں ہمیشہ شرکت کرتے، اخیر میں حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے تھے اور ان کے مرید بن گئے تھے، وہ خانقاہی نظام کے قائل اس کے مؤید اور اس کے وسیع تر اثرات کے معترف تھے، امارت شرعیہ کے وہ ارباب حل وعقد میں تھے، وہاں کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کو ہمیشہ حرفاً حرفاً پڑھتے تھے اور امارت شرعیہ کی آواز پر خود لبیک کہتے اور دوسروں کو بھی اس کے لیے مہمیز لگاتے، ادارہ کا تعاون کرتے اور کراتے، وہ امارت شرعیہ کو ایمان وعقیدہ کی حفاظت کا قلعہ کہتے تھے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

کتابوں کی دنیا ✍: **مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی**

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی ادبی اور ثقافتی خدمات

بیسوی صدی میں اپنے افکار وخیالات، احوال ومشاہدات، مختلف ملی تنظیموں میں شراکت، اسلام کی بے باک ترجمانی، عصری زبان وبیان، اسلوب وانداز میں اسلام کی تشریح وتوضیح اور انسانی اعلیٰ اخلاقی قدروں کی پیام رسانی کے ذریعہ پوری مسلم دنیا کو جن لوگوں نے متاثر کیا اور بڑی تعداد میں جن کے پیغامات کو لوگوں نے قبول کیا، اس میں ایک بڑا اور سرفہرست نام مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (آمد: 24 نومبر 1914، رفت: 31ر دسمبر 1999) کا ہے، اس کی تفصیل جاننی ہو تو حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی خود نوشت کاروان زندگی کی تمام جلدوں کا مطالعہ کرنا چاہیے، جس میں حضرت مولانا نے خود اپنے قلم سے اپنی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتأثرات ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کا ایسا مرقع تیار کیا ہے جو اپنی آپ بیتی بھی ہے اور حقیقت پسندانہ جگ بیتی بھی، یہ کتاب چودہویں صدی ہجری اور بیسوی صدی عیسوی کی بہترین تاریخ ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر ان کے خانوادہ یا دارالعلوم ندوۃ العلماء سے وابستہ اور دیگر اہل علم حضرات نے جو لکھا ہے وہ بہترین ماخذ ومراجع ہیں، مثلاً مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کی ''عہد ساز شخصیت''، مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کی ''میر کارواں''، مولانا سید بلال عبد الحئ حسنی کی ''سوانح مفکر اسلام'' مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی کی ''مولانا علی میاں اور علم حدیث''، مولانا محمد اسجد ندوی کی ''مولانا ابوالحسن علی ندوی حیات اور کارنامے''، ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی ''ابوالحسن الندوی کما عرفتہ''، مولانا عبدالباسط ندوی کی ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی افکار وآثار''، محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی ''مولانا علی میاں کی دعوت دین کے چند اہم پہلو''، مولانا طارق ایوبی ندوی کی ''مولانا ابوالحسن علی ندوی ایک ملی مفکر''، نیز تعمیر حیات اور رابطہ کولکاتہ کا مولانا علی میاں نمبر جس کے مدیر نذر الاسلام نظمی تھے کا مطالعہ انتہائی مفید اور حضرت مولانا کی شخصیت اور ان کی خدمات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

جب کسی شخصیت کے کارنامے وسیع اور ان پر لکھنے کے لیے، بہت سارا مواد موجود ہو تو ان پر کسی نئی کتاب کا ترتیب دینا اور پی ایچ ڈی کرنا آسان ہوتا ہے، خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ ان دنوں پی ایچ ڈی کے مقالے زیادہ تر قینچی اور پیسٹ کے فن کا کمال ہوا کرتے ہیں، اور بقول گوپی چند نارنگ ان کی خصوصیت یہ ہوی ہے کہ دفتیوں کے درمیان چند اوراق لکھے ہوا کرتے ہیں، جن میں سرچ (تلاش) ہی نہیں ہوتی ری سرچ تو اس سے بہت اوپر کی چیز ہے چند کتابوں کے تراشے جمع کر کے حاصل مطالعہ لکھ دیا جاتا ہے اور بس، چنانچہ حضرت مولانا علی میاں ندوی کی شخصیت اور خدمات کو پی ایچ ڈی کے مقالہ کے لیے ہند وبیرون ہند میں بہت سارے لوگوں نے چنا اور پچاس سے زائد لوگوں نے مولانا کی ہمہ جہت شخصیت اور خدمات کے الگ الگ پہلوؤں پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی لائبریری میں مولانا علی میاں پر پی ایچ ڈی کے تیس (30) مقالے موجود ہیں، اور کئی مقالے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی لائبریری میں بھی ہیں۔

حضرت مولانا کے منہج تنقید اور ان کے ادبی نظریہ پر عربی میں بھی ایم فل وپی ایچ ڈی کے مقالے لکھے گیے، مولانا پر انگریزی میں عبدالقادر چوغلے (جنوبی افریقہ) کی دو ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں، عبدالمجید سلمانی ترکی کی کتاب "الفکر والسلوک السیاسی عندأبی الحسن الندوی اور احمد الوشمی کی منہج النقد عند أبی الحسن. خاص طور پر قابل مطالعہ ہیں۔

ہند وبیرون ہند میں جو کام حضرت مولانا پر ہوا اور جو مقالے لکھے گیے اس کی فہرست سازی کی نہ یہاں ضرورت ہے اور نہ موقع، بہار کی سطح پر ڈاکٹر ممتاز احمد خاں مرحوم کی زیر نگرانی مولانا ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی اور ڈاکٹر ذاکر حسین ساکن فتح آباد، سرائے ویشالی استاذ مڈل اسکول محمد پور رہوا نے پروفیسر عبدالمالک صدر شعبہ اردو جے پی یونیورسٹی چھپرہ کی زیر نگرانی حضرت مولانا علی میاں پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

آخر الذکر ڈاکٹر ذاکر حسین (ولادت ۳رمئی ۱۹۷۳) مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی میں میرے شاگرد رہے ہیں، یہ عجب اتفاق ہے کہ ان کے والد ماسٹر محمد نصیر الدین بن ہنو علی منصوری میرے والد کے شاگرد تھے، بلکہ ان کی تعلیمی سرپرستی بھی میرے والد ماسٹر محمد نورالہدیٰ (م 2017ء) نے کی اور اللہ نے والد صاحب کی محنت اور دعا کو قبول کر کے انہیں تعلیمی شعبہ سے لگایا، انہوں نے اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلائی، وہ کہا کرتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے، آپ کے پاس بس قوت خرید ہونی چاہیے، اس بات کو وہ عملی زندگی میں برتتے بھی جس کے نتیجے میں آج ان کی سبھی لڑکے معاشی اعتبار سے کامیاب ہیں اور کئی علمی کاموں سے جڑے ہوئے ہیں، ڈاکٹر ذاکر حسین ان لوگوں میں ہیں، جو علمی سرپرستی کی وجہ سے مجھے پشتینی اور اپنا خاندانی استاذ سمجھتے ہیں اور تحریر وتقریر میں اس کا اعلان بھی فخر سے کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین نے حضرت مولانا علی میاں ندوی کی ادبی وثقافتی خدمات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے، اس میں صرف ایک باب اس موضوع پر ہے، بقیہ چھ ابواب میں دو یعنی باب اول اور باب ششم ضرورت کے تحت لکھے گئے ہیں، ظاہر ہے جس شخص کی ادبی وثقافتی خدمات کو قارئین کے سامنے آپ لانا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں قاری کو جاننا چاہیے کہ وہ کون تھے، چنانچہ ڈاکٹر ذاکر حسین نے پہلا باب ''مختصر سوانح'' کا قائم کیا ہے، جو ضروری تھا، باب ششم میں انہوں نے حاصل مقالہ نتیجہ اور حوالہ جاتی کتب کا ذکر کیا ہے، تحقیقی مقالہ کے لیے یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ باب سوم میں حضرت مولانا علی میاں ندوی کی تحریر کے عقلی وجمالیاتی رجحان، جدید اردو نثر کے ارتقاء میں علی میاں کی خدمات کو بھی ادبی کے زمرے میں ڈال کر شامل کرنے کا جواز پیدا کر سکتے ہیں، البتہ باب چہارم میں ''عالم دین کی حیثیت سے عالم اسلام میں علی میاں کا مرتبہ'' ایک اضافی چیز ہے، اس کا ان کی ادب وثقافت سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، اس باب کے مندرجات کو باب اول میں سمیٹا جا سکتا تھا، لیکن پی ایچ ڈی کے لیے لکھے گئے مقالوں کی اپنی کچھ مجبوری ہوتی ہے، جسے اسکالر کبھی باب میں اضافہ کر کے اور کبھی طول طویل اقتباسات نقل کر کے پوری کرتا ہے، اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اسکالر کی اصلی اور اپنی بات دوسروں کے تراشے اور اقتباسات میں دب کر رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کی دو کتابیں اردو کے اصول تدریس اور ''بچوں کی نفسیات اور نشو ونما پر پہلے چھپ چکی ہے، اول الذکر پر میرا تفصیلی تبصرہ ہفت روزہ نقیب میں بھی آچکا ہے، گلدستۂ ذاکر کے نام سے ایک کتاب اور تیار ہے، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اب تک جتنی کتابیں طبع ہوئیں، جتنے مضامین چھپے اور خبریں شائع ہوئیں، ان میں سب سے اچھی، پاک، صاف اور شستہ زبان اس مقالہ کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ذاکر حسین اپنی تحریروں اور اسلوب کے اعتبار سے ترقی پذیر ہیں، ان کے لکھنے کی صلاحیت دن بدن مضبوط ہو رہی ہے اور ان کا اسلوب مسلسل ارتقاء کے راستے پر گامزن ہے۔

میں ڈاکٹر صاحب کو پی ایچ ڈی کے اس مقالہ کی طباعت کے موقع سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ تیزی سے ترقی کریں اور مجھے خوشی ہے کہ میرا شاگرد ترقی کے منازل طے کرتا جا رہا ہے، اللہ رب العزت اس کتاب کے نفع کو عام وتام فرمائے، آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین.

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

کلک: مولانا رضوان احمد ندوی

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقام عشق: ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دو جہاں کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا، وہ صحابی اپنے بستر سے اٹھے، دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا، مگر وہ صحابی جو جذبۂ عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی"۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا، عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے، شب عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا، مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مقام شہادت پر فائز ہوئے، اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ غسیل الملائکہ کے لقب سے ملقب ہوئے، حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہوئے:

"تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہل خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے، جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں، ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالت جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے"۔

حضرت اویس قرنیؒ کا جذب دروں: حضرت اویس قرنیؒ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں جھک جاتی ہیں، جنگ احد میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشق رسولؐ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کر کے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشم تصور ہر لحہ حضور نبی اکرمؐ کے چہرۂ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویس قرنیؒ قرن کے رہنے والے تھے، وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ حضور نبی اکرم کی بارگاہ میں پہنچ کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوؤں کی تاب بھی لا سکوں گا یا نہیں، آقائے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اویس قرنیؒ سے بے حد محبت تھی، آپ کا فرمان تھا کہ قرن میں اویسؓ نام کا ایک شخص ہے جو روز محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے، سیدنا عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہوگا اور اس کی والدہ (حیات) ہے، اس کو برص کی بیماری ہے، پس اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے"۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اس عاشق رسولؐ کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویس قرنیؒ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز تھے، اصحاب رسولؐ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور حضورؐ کی امت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے قوت حافظہ کے حیرت انگیز واقعات: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صاحب کو غیر معمولی قوت حافظہ اور محیر العقول استحضار سے سرفراز فرمایا تھا، جو ایک مرتبہ دیکھ لیا یا سن لیا، وہ ضائع ہونے سے محفوظ و مامون ہو گیا، آپ کا علم اتنا وسیع اور قوت حافظہ ایسی تیز اور خارق عادت تھی کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے، اسی لئے ان کے اکابر معاصرین ان کی غیر معمولی قوت حافظہ کو خداداد کرامت قرار دیتے تھے اور آج تک بھی ان کا حافظہ زبان زد خلائق ہے، ایک ایک کتاب کے اگر پانچ پانچ دس دس حواشی بھی ہوتے تو وہ حضرت کو یاد ہوتے تھے، حوالہ ہائے کتب صحیحہ بہ قید جلد و صفحات آپ کو ایک ہی دفعہ کے مطالعہ سے محفوظ ہو جاتے تھے اور جس وقت کسی اہم علمی مسئلے پر تقریر فرماتے تو بے شمار کتابوں کے حوالے بلا تکلف دیتے چلے جاتے تھے، احادیث کا تمام ذخیرہ اور ان کی صحت و عدم صحت کے متعلق طویل و عریض بحثیں، رواۃ کے مدارج و مراتب اس طرح محفوظ تھے کہ طلبۂ حدیث اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے وجود سے ایک مکمل لائبریری کا کام لیتے اور ایسے سوالات کا جواب منٹوں میں حاصل کر لیتے جن کی تحقیق و جستجو کے لئے ایک پوری عمر درکار ہے، پھر ہر جواب میں جامعیت اس قدر ہوتی تھی کہ اس موضوع پر کسی کتاب کو خواہ وہ مطبوعہ ہو یا قلمی، دیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی، مشہور و معروف کتب خانوں کی اکثر مخطوطات (قلمی کتابیں) آپ کی نظر سے گزر چکی تھیں اور اس طرح محفوظ تھیں کہ گویا آج ہی ان کا مطالعہ کیا ہے، آخر عمر میں بھی جب کہ دیگر قوائے جسمانی اضمحلال پذیر ہو رہے تھے، بہ فضلِ ایزدی حضرت شاہ صاحبؒ کا حافظہ بہ دستور قابل رشک تھا۔

چنانچہ مولانا سراج احمد رشیدی صاحب (م ۱۳۹۶ھ) کا بیان ہے کہ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ایک شخص نے کعبۃ اللہ کے پردوں کو پکڑ کر دعا کی کہ: "خداوند تعالیٰ مجھے ابن حجر کا سا علم حدیث عطا فرما"، اُس کی دعا قبول کی گئی۔

مولانا رشیدی کہتے تھے کہ: میں سمجھا کہ شاہ صاحب کسی دوسرے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں، اس وقت یہ خیال نہ گزرا کہ یہ ان کی اپنی ہی حکایت ہے، کچھ دیر بعد سمجھا کہ یہ واقعہ حضرت شاہ صاحبؒ ہی کا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کے متعدد تلامذہ کا بیان ہے کہ درس و تدریس کے دوران جب کبھی حسب ضرورت کتاب کھولتے تو عموماً وہی صفحہ کھلتا جس پر وہ حدیث ہوتی جس کا آپ کو حوالہ دینا ہوتا تھا، اگر اصل صفحہ نہ بھی کھلتا تو وہ زیادہ دو چار صفحے پہلے ہوتا یا دو چار صفحے بعد اور انہیں تقریباً چالیس پچاس ہزار عربی کے اشعار زبانی یاد تھے، جب بھی تشریح کے موقع پر وہ کوئی شعر بہ طور حوالہ پڑھنا چاہتے تو صرف ایک شعر کو پڑھنے پر اکتفا نہ کرتے جس کا حوالہ دینا چاہتے تھے؛ بلکہ پوری کی پوری نظم نہایت روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے۔ (نقش انور، ص: ۳۷۱، ۳۷۲)

عبارت سن کر جج خوشی سے اچھل پڑا: حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوریؒ جو حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ: بہاول پور کے مقدمے میں قادیانیوں کے ساتھ جو مشہور مناظرہ ہوا، اس میں قادیانی شاہد نے حضرت شاہ صاحبؒ سے سوال کیا کہ: آپ نے فرمایا کہ "ہمارا دین متواتر ہے اور تواتر کی اقسام میں سے کسی ایک قسم کا منکر بھی کافر ہے؛ لہٰذا آپ کو چاہئے کہ امام رازیؒ پر کفر کا فتویٰ دیں، کیوں کہ "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں علامہ بحر العلومؒ نے لکھا ہے کہ: امام رازیؒ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے"۔

مولانا انوریؒ فرماتے ہیں کہ: اتفاق سے اس وقت ہمارے پاس وہ کتاب نہیں تھی؛ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے برجستہ فرمایا: "جج صاحب! لکھئے! میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے، امام رازیؒ یہ فرماتے ہیں کہ: یہ جو حدیث ہے "لاتجتمع أمتي على الضلالة" یہ حدیث تواتر معنوی کے مرتبے کو نہیں پہنچی، اس حدیث کے تواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کا، اِن صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکہ سے کام لیا ہے، ان سے کہو کہ عبارت پڑھیں؛ ورنہ میں ان سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں"۔

چناں چہ قادیانی شاہد نے عبارت پڑھی، بعینہٖ وہی عبارت نکلی جو حضرتؒ نے پہلے زبانی سنائی تھی، جج خوشی سے اچھل پڑا، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: "جج صاحب! یہ صاحب ہمیں ملزم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں، میں چوں کہ طالب علم ہوں، میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں، میں ان شاء اللہ ملزم نہیں ہونے کا"۔ (انوار انوری، مؤلفہ: مولانا محمد انوری صاحب، ص: ۳۱، ۳۲، مطبوع: لائل پوری ۱۳۸۷ھ)

دو سال کی عمر میں دو ناخواندہ افراد کے مناظرے پر حیرانی: حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: میں دو سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جایا کرتا تھا، ایک دن دیکھا کہ دو اَن پڑھ نمازیوں میں مناظرہ ہو رہا ہے، ایک کہتا تھا کہ: عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا، دوسرا کہتا تھا کہ: عذاب روح ہی کو ہوگا، جو کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا، اُس نے مثال دی کہ ایک باغ میں ایک نابینا اور دوسرا لنگڑا چوری کے خیال سے گئے، لنگڑا کہنے لگا کہ: میں ٹانگ سے چل نہیں سکتا، نابینا کہتا ہے کہ میں پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا، آخر یہ فیصلہ ہوا کہ نابینا لنگڑے کو اپنے کندھے پر اٹھالے اور لنگڑا پھل توڑے، اتنے میں اگر باغبان آگیا تو وہ دونوں کو ہی گرفتار کرے گا، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے اس شخص کی یہ بات سن لی، پھر ایک زمانہ دراز گزرا، میں تذکرۃ القرطبیؒ دیکھ رہا تھا، اس میں یہی مثال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول تھی، میں اس کو پڑھ کر اُس اَن پڑھ کی فطرت سلیمہ پر حیران رہ گیا، کہ کیا صحیح جواب دیا۔ (انوار انوری، ص: ۳۴)

والد کی خدمت کا یادگار واقعہ: خلیفہ مامون کا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک ایسا واقعہ دیکھا ہے کہ جس کی دوسری مثال میں نہیں جانتا، والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حوالے سے یہ واقعہ یقیناً مثالی ہے، اسے پڑھ کر قارئین کو والدین کے ساتھ اپنے سلوک کا تقابل ضرور کرنا چاہئے۔

یہ واقعہ فضل بن یحییٰ کا ہے، فضل بن یحییٰ نے اپنے والد کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، یہ صرف تاریخ اسلامی ہی کی خصوصیت ہے کہ ہمارے اسلاف نے والدین کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ فضل بن یحییٰ کے والد، یحییٰ سردی کے دنوں میں ہمیشہ گرم پانی ہی سے وضو کر کے نماز پڑھا کرتے تھے، اس لئے سردی کے دنوں میں ان کے لئے ہر وقت گرم پانی کا خاص انتظام کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کسی وجہ سے فضل بن یحییٰ کے والد کو جیل جانا پڑا، فضل بن یحییٰ بھی باپ کے ساتھ گرفتار ہو گئے، باپ بیٹا دونوں جیل میں تھے، سردی کا موسم تھا، قید خانے میں قیدیوں کے لئے گرم پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا، جب کہ فضل بن یحییٰ کے والد کی عادت گرم پانی سے وضو کرنے کی تھی، فضل بن یحییٰ نے جیلر سے مطالبہ کیا کہ میرے والد کے لئے گرم پانی کا بندوبست کرایا جائے، جیلر نے جواب دیا کہ جیل کے اندر کسی قیدی کے لئے گرم پانی کا انتظام نہیں ہو سکتا، فضل بن یحییٰ نے جیلر سے کہا کہ پھر باہر سے لکڑی منگوا دو، ہم اس کی قیمت ادا کریں گے۔

جیلر نے کہا: جیل کے اندر قیدیوں کے لئے لکڑی جلانے کی اجازت نہیں ہے۔

فضل بن یحییٰ نے جیلر کی بہت منت سماجت کی کہ کسی طرح گرم پانی کا بندوبست ہو جائے تاکہ صبح والد کو گرم پانی سے وضو کرا سکیں، جب ان کی تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور جیلر نے ان کو بات ماننے سے بالکل انکار کر دیا، تو انہوں نے پانی کا برتن چراغ کے قریب کر دیا اور طلوع فجر تک برتن کو چراغ کے قریب کر کے کھڑے رہے، جب ان کے والد فجر کے وقت بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے والد کو گرم پانی سے وضو کرایا۔

فضل بن یحییٰ نے رات بھر جاگ کر اور چراغ کے پاس کھڑے ہو کر پانی گرم کیا تو یہ واقعہ جیلر کو بھی معلوم ہو گیا، جب دوسرے دن کا سورج غروب ہوا تو فضل بن یحییٰ کے والد سو گئے، وہ گزشتہ شب کی طرح پانی گرم کرنے کے لئے چراغ کے پاس جانے لگے تو انہیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ چراغ اپنی جگہ موجود نہیں ہے، بلکہ اسے ایسے مقام پر رکھ دیا گیا ہے جہاں تک ان کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، چنانچہ فضل بن یحییٰ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب والد کے لئے پانی گرم کرنے کی کون سی تدبیر اختیار کی جائے، وہ اسی سوچ میں تھے کہ ان کے ذہن میں ایک تدبیر آئی، انہوں نے ٹھنڈے پانی کے برتن کو اپنے پیٹ پر رکھ لیا، تاکہ پیٹ کی حرارت سے پانی گرم ہو جائے، ان کی یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی، صبح تک پانی گرم تو نہ ہو سکا تاہم وہ ٹھنڈا بھی نہ تھا، نماز فجر کے وقت جب ان کے والد بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے والد کو اس پانی سے وضو کرایا۔

فضل کی وفات رقہ کے قید خانے ہی میں ۱۹۳ء میں ہوئی، ابن اثیرؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "فضل بن یحییٰ دنیا کے بہت سے محاسن کا مجموعہ تھے، ان کا ثانی دنیا میں پھر نہیں دیکھا گیا"۔

دور حاضر میں سیرت نبویؐ کی رہنمائی

عتیق الرحمن صدیقی

مسائل اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔یہ ممکن نہیں کہ ہم زندہ ہوں اور ہمارے سامنے مسائل نہ ہوں۔البتہ مسائل کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔کبھی انسان کو ذاتی طور پر بیماری و بے روزگاری کے مسائل درپیش ہوتے ہیں اور کبھی بحیثیت ملت ملی تشخص وتحفظ کا مسئلہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔مجھے تاریخ کا کوئی ایسا دور اور زمین کا کوئی قابل ذکر حصہ ایسا نہیں ملا جہاں انسان آباد ہوں اور ان کو مسائل درپیش نہ ہوں۔قدیم زمانے میں تو انسان کے سامنے آگ جلانے،کھیتی کرنے اور سفر کرنے کے سلسلہ میں اس قدر مسائل موجود تھے جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔چنانچہ اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کر لینا ہی چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ آج کے دور میں ہم جن مسائل کا سامنا کر رہے ہیں وہ مسائل نئے ضرور ہو سکتے ہیں،لیکن دشواریاں اور مصائب نئے نہیں ہیں اور نہ آخری ہیں۔اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ مسائل کا سامنا صرف شیطانی اعمال انجام دینے والوں کو ہی نہیں کرنا پڑتا بلکہ اللہ کے نیک بندوں کو بھی کرنا پڑتا ہے۔انبیاء کے سامنے الگ قسم کے مسائل تھے،صحابہ کرام کے زمانے میں بھی امت کو مسائل درپیش تھے۔اولیاء اللہ بھی دکھ اور پریشانیاں جھیلتے رہے ہیں۔میں پوری دنیا کی تاریخ اور مسائل کا احاطہ نہیں کروں گا۔بلکہ اپنی تحریر کو وطن عزیز کی حدود میں رکھ کر ہی یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں سیرت رسولؐ سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے۔

وطن عزیز کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔اگر پوری تاریخ کے چند مسائل کا بھی ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔اس لیے ہم اپنے مسائل کی فہرست کو صرف ایک صدی میں محیط کر لیتے ہیں۔اس صدی میں ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے بڑا ایونٹ آزادی وطن کا ہے۔وہی آزادی جس کے لیے ہم نے جان کے نذرانے پیش کیے تھے،جن کے لیے بچوں نے یتیمی کا اور دوشیزاؤں نے بیوگی کا دکھ برداشت کیا تھا۔مگر اسی آزادی نے جب دستک دی تو ہمارے دل اور جگر تقسیم ہو گئے۔آزادی کی خوشی،تقسیم وطن کے نتیجے میں ہونے والے فسادات کی آگ میں معدوم ہو گئی۔کیا کوئی ہندوستانی اس زخم کو بھول سکتا ہے۔کس قدر بھیانک منظر رہا ہوگا۔جب ملک ہندو اور مسلمان کے نام پر تقسیم ہو رہا ہوگا۔وہی ہندوستانی جو شانہ بشانہ انگریز کے خلاف لڑ رہے تھے وہی آپس میں دست بگریباں تھے۔کیا آج کے حالات اس سے بھی زیادہ اندوہ ناک ہیں،موجودہ دور میں جو مسائل امت مسلمہ کو درپیش ہیں ان کو ہم دو ابواب میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ایک وہ مسائل جو ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں جنھیں ہم ملت کے داخلی مسائل بھی کہہ سکتے ہیں۔دوسرے وہ مسائل ہیں جو اغیار کی سازشوں کا نتیجہ ہیں،جنھیں ہم خارجی مسائل کا نام بھی دے سکتے ہیں۔جب ہم اپنے داخلی مسائل پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں بھی دو طرح کے مسائل سے سابقہ پڑتا ہے۔ایک وہ مسائل جن کا تعلق ہمارے دین یا آخرت سے ہے اور ایک وہ مسائل ہیں جن کا تعلق ہماری دنیاوی زندگی سے ہے۔مثال کے طور پر دینی تعلیمات سے ناواقفیت،مسلکی تنازعات،مساجد واوقاف کا تحفظ،غیر اسلامی رسوم ورواج کا چلن وغیرہ مسائل کی وہ قسم ہے جن کا تعلق ہمارے دین سے ہے اور یہ مسائل ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں۔دین سے ناواقفیت میں کسی دشمن کا کیا قصور ہے،ہر قابل ذکر مسلم بستی میں مسجد اور مدرسہ موجود ہے اور وہاں دینی امور سے واقف ایک امام بھی موجود ہے اس کے باوجود ہماری اکثریت دین سے نا آشنا ہے۔درجنوں دینی تنظیمیں ہیں،ہر سال صدہا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوتے ہیں،لاکھوں لوگ جماعت میں نکل کر دین سیکھنے جاتے ہیں،اس کے باوجود ہم دین کی بنیادی تعلیم سے کماحقہ واقف نہیں ہیں۔یہ قابل افسوس پہلو ہے۔دین کی وہ تعلیمات جن کا تعلق ہماری آخرت کی فوز وفلاح سے ہے ان سے ہم غافل ہیں۔اگر ہماری دینی جماعتیں،مساجد کی کمیٹیاں،مدارس کے مدرسین یہ طے کر لیں کہ وہ اپنے دائرۂ عمل میں ہر مسلمان مرد وعورت کو دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ کرے گا تو کونسا مشکل کام ہے؟اگر صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ کام کیا جائے تو محض ایک سال میں سارے مسلمان دین کی بنیادی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔کیا صفہ نبوی سے ہمیں یہ رہنمائی نہیں ملتی؟نبی اکرمؐ نے مکہ میں دار ارقم کو اور مدینہ میں صفہ نبوی کو عوامی تعلیم گاہ بنایا تھا۔اس کے علاوہ جمعہ کے خطبوں اور دیگر اہم مواقع پر آپ صحابہ کرامؓ کو دینی تعلیم سے واقف کراتے،یہاں تک کہ خواتین کی طلب پر آپ نے ہفتہ میں ایک دن ان کے لیے مختص فرما دیا،قبائل کی طلب پر ان کے یہاں معلمین بھیجے۔افسوس ہے کہ خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین کہنے والے اور اس منصب کی بنیاد پر قوم سے تکریم واحترام کی توقع کرنے والے ان فرائض کو بھول گئے جو اس منصب کی وجہ سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔مسلکی تنازعات،،مساجد واوقاف کا تحفظ،غیر اسلامی رسوم ورواج کا چلن وغیرہ مسائل کا حل بھی اسی میں ہے کہ ہم دینی تعلیمات سے واقف ہوں۔

داخلی مسائل میں دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن کا تعلق ہماری دنیوی زندگی سے ہے۔اس ضمن میں بے روزگاری،سیاسی بے وزنی،عدم تحفظ کا احساس اور مایوسی کی کیفیت وغیرہ کو شمار کیا جا سکتا ہے۔ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ ہمارے درمیان بے روزگاری کا مسئلہ ہے یا اچھے افراد کا نہ ملنا مسئلہ ہے۔میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس وقت کام کی کمی نہیں ہے،بلکہ کام کرنے والوں کی کمی ہے۔اسکولوں کو اچھے مدرس دستیاب نہیں،مساجد کو قابل امام میسر نہیں،کارخانوں کو وفادار ملازم حاصل نہیں،ہاسپٹلس کو خدمت کا جذبہ رکھنے والے ڈاکٹرس اور کمپنیوں کو مخلص انجینئرس میسر نہیں ہیں۔یہاں تک کہ وفادار اور محنتی مزدور بھی ندارد ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جو کام بھی کریں اس میں اخلاص و وفاداری ہو۔اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ہم کام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عزت کے ساتھ دو وقت کی روٹی میسر نہ ہو۔اسی کے ساتھ ہم جو کمائیں اس کو کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کریں،کل کے لیے کچھ بچائیں،اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں تو آپ کم آمدنی میں سکون کی دولت پائیں گے۔اس کے علاوہ ہمارے مخیرّ حضرات اپنی دولت کا ایک حصہ بے روزگار افراد کی اعانت کے لیے رکھیں،انھیں بغیر سود کے قرض فراہم کر دیں،ان کے پروڈکٹ کی مارکیٹنگ میں باہمی تعاون کریں تو آپ بے روزگاری کے عفریت سے نجات پا سکتے ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ میں اور صحابہ کرام کی زندگی میں یہ سب باتیں ہمیں ملتی ہیں۔امانت دار تاجر کے لیے بشارت،محنت کشوں کی حوصلہ افزائی،دست نبویؐ کے ذریعہ کلہاڑی میں دستہ لگانا،وغیرہ کی تعلیمات ہماری بے روزگاری دور کرنے میں کیوں کر معاون نہیں ہو سکتیں،ہماری سیاسی بے وزنی ہمارے انتشار کا نتیجہ ہے۔ہم نوٹ کے بدلے ووٹ دیتے ہیں۔ہر شخص لیڈر بننے کا خواہاں ہے۔اس کے باوجود قیادت کا فقدان ہے۔اس لیے کہ جو لوگ قائد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں،وہ حب قومی کے جوہر سے عاری ہیں۔ان کے نزدیک اپنی برادری اور اپنا علاقہ ہے۔اگر آپ متحد ہونا چاہیں تو کون روک سکتا ہے؟دور نبوی میں قریش کے معززین،مدینہ کے انصار،حبش کے بلال،روم کے صہیب،پسماندہ طبقات سے آل یاسر،کلمہ کی بنیاد پر ایک ہو سکتے ہیں تو اسی کلمہ کی بنیاد ہم منتشر کیوں ہیں؟اگر ہم متحد ہو جائیں تو کس کی مجال ہے جو ہماری مساجد اور اوقاف کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔

مسلمانوں کے سامنے جو مسائل ہیں ان میں سے زیادہ تر کا تعلق ان مسائل سے ہے جو ان کے اپنے پیدا کردہ ہیں۔اس لیے ان کا حل بھی انھیں خود ہی تلاش کرنا ہوگا۔رہے وہ مسائل جو حکومت وقت،اسلام مخالف گروہوں کی جانب سے کھڑے کیے گئے ہیں یا کیے جا رہے ہیں تو ان کا سامنا تو اصوا بالحق اور تو اصو بالصبر کی روشنی میں کیا جانا چاہئے۔اس وقت اس فہرست میں سب سے بڑا مسئلہ مسلمانوں سے نفرت میں اضافہ ہے۔مسلمانوں سے نفرت کی ایک وجہ تو مذہبی شدت پسندی ہے۔غیر مسلم اسلام سے نفرت کرتا ہے اس لیے وہ مسلمانوں سے بھی نفرت کرتا ہے۔مگر ایسے لوگ میری معلومات کے مطابق کم ہیں۔نفرت کی ایک وجہ یہ غلط فہمی ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر زیادتیاں کی ہیں۔حالانکہ اس میں کوئی سچائی نہیں ہے۔یہ سب کچھ پہلے انگریزوں کا اور ان کے بعد سنگھ کا پروپیگنڈا ہے۔نفرت کی تیسری وجہ موجودہ مسلمانوں کے اخلاق ومعاملات ہیں۔اس وقت ہم مسلمان،ملک اور سماج کو کچھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ہمارے اندر لب ولہجہ کی حلاوت،معاملات کی شفافیت،مصیبت میں اغیار کے لیے جذبہ ہمدردی وخیر خواہی بڑی حد تک ختم ہو چکی ہے۔اگر ہزار مسلمانوں میں سے کوئی جذبہ کسی ایک کے اندر ہے بھی تو اس قدر کم ہے کہ اس کے اثرات نظر نہیں آتے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کے اخلاق کریمانہ کے باوجود اہل مکہ اور بعد میں اہل عرب صرف اس لیے آپ سے نفرت کرنے لگے اور دشمن ہو گئے کہ آپ ایک اللہ کی عبادت وفرمانروائی کی تعلیم دیتے تھے۔مگر اس کا جواب بھی آپؐ نے کبھی نفرت سے نہیں دیا۔دشمنوں کے ساتھ محبت بھرا سلوک ہمیشہ آپ کا شیوہ تھا۔دراصل ہمیں سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ غیر مسلم ہم سے نفرت کیوں کرنے لگے۔اس وجہ کو دور کرنا چاہئے۔اگر ان کی عداوت کلمہ طیبہ کے اقرار اور اس پر عمل کی وجہ سے ہے تو اس کو برداشت کیجیے یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ کوئی آپ سے اس لیے نفرت کرتا ہے کہ آپ اللہ کو ایک مانتے ہیں۔حکمرانوں کا متعصبانہ رویہ ہو یا عدلیہ کے عجلت پسندانہ اور آئین کی روح کے منافی فیصلے دراصل ان کی وجہ بھی یہی نفرت ہے جس کا ذکر میں نے ابھی اوپر کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں آج کے حالات میں جو رہنمائی ملتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کا جائزہ لیں،اسلامی تعلیمات کے برحق ہونے پر صحابہ والا یقین واعتماد اپنے اندر پیدا کریں۔ہمارے اندر مایوسی اور گھبراہٹ کی کیفیت ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔اگر ایمان کامل میسر ہے تو آپ بڑے سے بڑے طوفان سے ٹکرا سکتے ہیں۔بقول حفیظ میرٹھی:۔

میسر ہو اگر ایمان کامل
کہاں کی الجھنیں کیسے مسائل

کامل ایمان کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل بھی کرنا ہے۔قول وعمل سے دعوت بھی دینا ہے۔کلمہ کی بنیاد پر متحد بھی رہنا ہے۔انسانیت کے دکھوں کا مداوا بھی کرنا ہے۔اپنے تمام کاموں میں احسان (BEST PERFORMENC) کی روش بھی اپنانی ہے۔اسوہ رسول کی روشنی میں ایک طرف آپ کو عبداً شکوراً بننا ہے تو دوسری طرف خیر کم لاھلہ کے اعزاز کا بھی مستحق بننا ہے۔آپ سیرت نبوی کا ایک ایک ورق پلٹتے جائیے اور موجودہ حالات میں اپنے لیے حل تلاش کرتے رہئے۔رسول اللہ کی زندگی ہمارے لیے روشن چراغ ہے،امید کا سورج ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سچے دل سے آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو حرز جاں بنائیں۔

بقیہ یادوں کے چراغ

انہوں نے اپنے تمام بچوں کو دینی وعصری تعلیم سے آراستہ کیا،ان میں تنویر صاحب انجنیر بنے اور خورشید صاحب سرکاری اسکول میں مدرس ہوئے،یہ دونوں بھائی اپنی اپنی میعاد مکمل کر کے ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں،تیسرے صاحب مولانا تحسین ندوی ہیں،جنہوں نے لمبے عرصے تک جامعہ ابن تیمیہ گڈا میں خدمت انجام دی،اخیر میں والد صاحب کی خدمت کی غرض سے گاؤں میں رہنے لگے تھے۔پورا خاندان علم و ادب اور تعلیم وتربیت کا اعلیٰ نمونہ ہے،پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں سب خوش وخرم ہیں اور با مقصد زندگی گزار رہے ہیں،یہ سب مولانا مرحوم کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں اور ان کے حق میں دعا خیر کا وسیلہ وواسطہ بھی،مولانا مرحوم کے بارے میں سنا،کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا!علم وعمل سے بھرپور اتنی لمبی عمر دے کہ میرے پینشن سے میرے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں بھی تعلیم حاصل کریں وہ بھی فائدہ اٹھائیں،اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور لمبی زندگی علم وفضل اور عمل صالح کے ساتھ مرحمت فرمائی۔مولانا نے جو سفر حج فرمایا اس کی بھی ایک داستان ہے کہ کس جذب وشوق اور کیف وسرور سے یہ مبارک سفر فرمایا۔

مولانا کی شخصیت کے بارے میں مولانا محمد نعیم صاحب گڈا سابق استاذ ضلع ہائی اسکول صاحب گنج اور مولانا مجیب الرحمن قاسمی صاحب معاون قاضی امارت شرعیہ سے بہت کچھ معلومات ہوتی رہتی تھیں۔

مولانا مرحوم علم وعمل کے جامع اور مثالی انسان تھے،طویل عرصے تک سرکاری ملازمت میں رہے؛لیکن کبھی بھی دینی ماحول اور دینی خدمت سے الگ نہیں رہے،صوم وصلوٰۃ کے انتہائی پابند اور صرف پابند ہی نہیں بلکہ پوری زندگی امامت بھی کی،اور خطابت کی ذمہ داری بھی نبھائی،ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اخیر اخیر تک گاؤں میں امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور قریب کے گاؤں بنیاڈیہہ میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی۔

مولانا مرحوم کی زندگی سے ہم سب کو سبق اور حوصلہ لینا چاہیے،خاص طور پر ان لوگوں کو جو عالم اور فاضل بننے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔

علم وعمل،صالحیت وصلاحیت سے بھرپور زندگی گزار کر وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور دوسروں کے لیے تابندہ نقوش چھوڑ گئے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے،تمام وارثین متعلقین اور جملہ اہل تعلق کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

Scanned with CamScanner

موجودہ حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے

مولانا سجاد نعمانی

قوموں کی تاریخ کا ایک دور وہ ہوتا ہے جس میں وہ اپنی مخلص اور سمجھدار قیادت کے ماتحت اور اس کی ہدایات کی روشنی میں، ہر صورت حال کا عزم وحوصلے اور مضبوط اجتماعی نظم کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اپنے قومی نصب العین کی طرف پیش قدمی کرتے رہتے ہیں، اس دور میں قوموں کے اندر، داخلی خرابیوں سے محفوظ رہنے اور بیرونی حملوں اور چیلنجز کے مقابلے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر ایک دور وہ آتا ہے جب اجتماعی نظم درہم برہم ہوجاتا ہے اور قوم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، یہی وہ دور ہوتا ہے جب اس قوم کے اندر ہزاروں گمراہیاں اور بیماریاں پھیل جاتی ہیں اور وہ دشمنوں کے لئے لقمہ تر بن جاتے ہیں، اس صورت حال سے اس قوم کو نکالنے کے لئے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ اس کا اجتماعی نظم بحال کیا جائے تاکہ وہ بکھرے ہوئے افراد کی ایک بھیڑ کے بجائے ازسرنو ایک ایسے بامقصد، باشعور اور منتظم گروہ وجماعت کی حیثیت حاصل کرلے، جو اپنی مخلص اور سمجھدار قیادت کے زیر نگرانی اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور اپنے قومی نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں سرگرم عمل رہتی ہو۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے مختلف ادوار کا جو تذکرہ کیا گیا ہے، وہ صرف ہماری رہنمائی ہی کی غرض سے کیا گیا ہے، اس پوری تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک وہ انبیاء علیہم السلام یا ان کی رہنمائی میں کام کرنے والے دنیاوی واجتماعی معاملات میں اپنے قائدین کی نگرانی وماتحتی میں ہر صورت حال کا مقابلہ کرتے رہے، انھیں عزت وعروج حاصل ہوتا رہا، اور جب ان کا اجتماعی نظم ٹوٹ گیا اور ان کی قومی وملی زندگی سخت انتشار ولامرکزیت کا شکار ہوگئی، تب عمالقہ نامی قوم ان پر ٹوٹ پڑی اور وہ بدترین دشمنوں کے نرغے میں آگئے، ان کے جوانوں کو گرفتار کرلیا گیا، حکمراں خاندانوں کے سیکڑوں افراد قید کردیے گئے، اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ بقول مشہور مفسر قرآن صاحب معالم التنزیل ولم یکن لهم من یدبر امو هم (ان میں کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا تھا جو ان کے اجتماعی وقومی معاملات کا انتظام کرے۔۔۔) پھر قرآن ہی سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد بنی اسرائیل کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور ان کی عظمت رفتہ بحال ہوئی، یہ انقلاب کس طرح آیا، ہماری رہنمائی ہی کے مقصد سے قرآن مجید نے اس کو بھی بیان کردیا ہے سورہ بقرہ کی آیت 246 کے بیان کے مطابق ہوا یہ تھا کہ ہزیمت وانتشار اور ذلت وخواری کے حال میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد، قوم کے کچھ باشعور افراد نے جو اپنے وقت کے نبی اور ان کی اصلاحی کوششوں سے وابستہ تھے انہوں نے نبی سے یہ گزارش کی کہ آپ اب ہمارا ایک دنیاوی قائد مقرر کردیجئے جس کی ماتحتی میں ہم منظم ہو کر حالات کا مقابلہ کرسکیں، اور بالآخر جب پیغمبر کی طرف سے قدرے تردد اور ان کے متبعین کے اصرار کے بعد ان کے لئے ایک امیر وقائد کا تعین کردیا گیا تو پھر مختلف مراحل سے گزرنے والی ایک جدوجہد کے بعد عرصہ دراز سے ذلت وادبار کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم نے فتح وکامرانی اور غلبہ وسربلندی کے دن دیکھے۔

یہ صرف میرا ہی نہیں متعدد محقق اہل علم کا خیال ہے کہ ہم آج ٹھیک اسی مرحلہ سے گزر رہے ہیں جس مرحلے سے بنی اسرائیل اپنی نشاۃ ثانیہ سے پہلے اپنے دور زوال میں گزر رہے تھے، ہم اب ایک منظم جماعت نہیں ہیں، سخت انتشار وبدترین لامرکزیت کا شکار ہیں، ہم میں سب سے غنیمت صرف وہ لوگ ہیں جو کسی حد تک انفرادی گناہوں سے بچنے اور انفرادی نیکیاں کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن جہاں تک اجتماعی نظم کا سوال ہے، اس سلسلہ میں کوتاہی بلکہ شدید ترین غفلت وبےفکری پوری امت کے خواص وعوام کو اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی اس بنیادی غلطی کی اصلاح اور تلافی مافات کی کوشش کریں، پورے عزم وحوصلے اور شعور وآگہی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اور ایک بامقصد اور منظم گروہ بننے کی سنجیدہ کوشش شروع کریں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم میں سے ہر فرد کی انفرادی زندگی کا مقصد بندگی والی زندگی گزارنا، یعنی اللہ کے پسندیدہ سانچے میں اپنے پورے وجود کو ڈھال لینا ہے، اور بحیثیت امت مسلمہ، ہماری اجتماعی ذمہ داری اور نصب العین یہ ہے کہ پوری انسانی برادری میں بھلائیاں فروغ پائیں، اور برائیوں سے اور ہر طرح کے ظلم، غلامی اور جبر واستبداد سے تمام افراد اور قوموں کو نجات ملے۔ قرآن مجید کی بے شمار آیات اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتربیت سے مسلمانوں کی اولین نسلوں نے اپنی اس اجتماعی ذمہ داری کو بھی بہترین طریقہ پر سمجھا تھا، چنانچہ ان کے ایک گمنام سے نمائندے نے اس وقت کی دنیا کی ایک سپر پاور کے ایک اعلیٰ سطحی ذمہ دار سے اس کے ملک میں اپنی آمد کا مقصد واضح کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اللہ نے ہمارے ذمے یہ کام کیا ہے کہ اس کے جن بندوں کی قسمت میں ہو، انہیں ہم بندوں کی غلامی سے نکال کر سب کے رب کا غلام بنانے کی کوشش کریں، اور ظلم پر مبنی نظاموں سے نکال کر ان کو اسلام کے دامن انصاف میں لائیں۔" اچھی طرح جان لیں کہ منتشر افراد کی بڑی سے بڑی تعداد عام حالات میں اس نصب العین کو اس وقت تک پورا نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ ایک ایسا منظم گروہ نہ ہوجائے، جس کے زیادہ تر وسائل اور صلاحیتیں اس نصب العین کے حصول کے راستے میں صرف ہوتی ہوں؛ کیونکہ قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ماضی میں ایک فرد واحد نے بھی ملک میں بہت صالح تبدیلی برپا کرنے میں عدیم المثال کامیابی حاصل کی تھی، تاہم اس سے ہمیں یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ صحیح سمت میں کوشش کرنے والوں کی تعداد اگر کم بھی ہوگی تب بھی کامیابی ضرور ملے گی۔

ملک کے تازہ ترین حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے طرز عمل سے جو رہنمائی ملتی ہے، اس کی طرف کم سے کم میری توجہ مبذول کرنے میں سب سے زیادہ حصہ والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے قلم سے نکلی ہوئی اس مختصری عبارت کا ہے کہ "ہمارے اس زمانے میں مسلمان جن ملکوں میں سیاسی حیثیت سے کمزور یا اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اپنے کو بے بس اور مغلوب ومجبور محسوس کرکے مایوسی ودل شکستگی کی زندگی گزار رہے ہیں، ان کے لئے قرآن مجید کی سورہ یوسف میں خاص روشنی اور امید کا خاص پیغام ہے۔ حضرت یوسف کے واقعہ کا خاص سبق یہی ہے کہ کسی ملک میں مسلمان کی سیاسی پوزیشن خواہ کتنی ہی کمزور ہو، خواہ وہ بالکل اکیلا ہو، کوئی دوسرا اس کا ہم مذہب وہم مسلک نہ ہو، اور اسے ہم نسلی وہم وطنی کی ہمدردی بھی کسی طبقہ کی حاصل نہ ہو لیکن اگر وہ سچا مؤمن اور خدا پرست ہے، تقویٰ اور پرہیز گاری اس کا شعار ہے، اور اس میں کچھ ایسی صلاحیتیں بھی ہیں جن سے وہ ملک اور اہل ملک کو فائدہ پہونچا سکتا ہے، اور فائدہ پہونچاتا بھی ہے، تو ملک چاہے اس کا کلمہ نہ پڑھے لیکن ملک میں اس کو عزت واحترام کا خاص مقام حاصل ہوکر رہے گا، اور اس کے دین ومذہب کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، اور اہل ملک اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ اللہ کی سنت اور اس کا دستور ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی اس حیرت کو رفع کرنے کے لئے کہ جس یوسف کو ہم نے کنویں میں ڈال دیا تھا، وہ مصر میں اقتدار کے اس مقام تک کیسے پہونچ گیا؟ یہ جو ارشاد فرمایا تھا: إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ "جو بندہ تقویٰ اور صبر اختیار کرے، تو یہ اللہ کا قانون ہے کہ وہ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا، ان کو اجر ضرور مل کر رہے گا۔" اس میں اللہ تعالیٰ کے اسی دستور کا ذکر ہے، اور اوپر کی سطروں میں اس سلسلہ میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے اس ازلی قانون ومنشور ہی کی بنیاد پر کہا گیا ہے۔ خالص فکری راستہ سے عقل کا اس پر مطمئن ہوجانا پہلے شاید کچھ مشکل رہا ہو لیکن جمہوریت اور آزاد خیالی کے اس دور میں تو یہ بات دو دو چار کی طرح آسانی سے سمجھ میں آجانے والی ہے۔ لیکن وائے بدقسمتی! اس وقت پورے عالم کے مسلمانوں کا یہ عجیب حال ہے کہ سیاست وحکومت کے سلسلہ کی اپنی مشکلات اور اپنے مسائل حل کرنے کے لئے ان سب بلڑ بازیوں کو تو وہ اختیار کرسکتے ہیں، جو خالص مادی تحریکوں کی ایجاد ہیں، اور جن کے نتیجہ میں نہ کوئی خیر کبھی پیدا ہوا ہے نہ پیدا ہوسکتا ہے، لیکن قرآن مجید کے بتائے ہوئے اس راستے کو وہ آزمانے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، گویا ان کا حال اس وقت بعینہ وہ ہے جو قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے ایک بے توفیق گروہ کا ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ "اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا راستہ نہ بنائیں (اور اس پر چلنے کے لئے آمادہ نہ ہوں) اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا راستہ بنائیں (اور اس پر چل پڑیں) (اعراف ع۔۱۷)

اسوۂ یوسفی اور موجودہ حالات میں اس سے ملنے والی رہنمائی کو سمجھنے کی کوشش کریں! یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب کہ مصر سیاسیات اور معاشیات جیسے مختلف پہلوؤں سے تمدن کا ایک بہت بڑا مرکز تھا اور اس کے اثرات کم سے کم افریقہ اور ایشیا کے دور دراز علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے، اُس زمانے میں مصری معاشرہ جاہلیت کی تمام برائیوں کے دلدل میں بری طرح پھنسا ہوا تھا، شرک وبت پرستی، انکار آخرت کی بنیادی گمراہیاں جس معاشرے میں عام ہوجاتی ہیں، اس میں تمام اخلاقی برائیاں وبائی شکل اختیار کرلیتی ہیں، چنانچہ مصری معاشرہ بھی بے حیائی واباحیت، شہوت پرستی وعریانیت، ظلم واستحصال اور جبر واستبداد، کرپشن اور بدعنوانی، خودغرضی وخود پرستی، سرمایہ دارانہ استحصال اور اس کے نتیجہ میں غریب رعایا میں حکام سے نفرت کے جیسی بے شمار اخلاقی خرابیوں اور سخت بیمار نفسیاتی کیفیت میں مبتلا ہوگیا تھا۔

پھر ایک وقت آیا کہ اللہ نے مصر کو ایک صالح انقلاب کا مرکز بنا کر نہ صرف ملک مصر میں بلکہ گرد وپیش کے مختلف علاقوں تک مصر سے برکت وہدایت کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا تو بہت دور سے ایک پراسرار خداوندی منصوبے کے مطابق واقعات کا ایک تسلسل شروع ہوا، جن کی حقیقت اسی وقت واضح ہوسکی جب خداوندی منصوبہ کی آخری کڑی زمین میں عملی طور پر نافذ ہوگئی، اور تب سمجھ میں آیا کہ مختلف علاقوں میں الگ الگ پیش آنے والے یہ واقعات، دراصل ایک طویل المیعاد اور نہایت پراسرار خداوندی منصوبہ کے نتیجہ میں رونما ہونے والے ایسے واقعات تھے جو باہم مکمل طور پر مربوط تھے، اور ان میں سے ہر واقعہ خداوندی منصوبہ کے اگلے مرحلے تک پہونچانے کے لئے برپا کیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک طرف مصری معاشرہ مشرکانہ جاہلیت اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تمام خرابیوں میں گلے گلے ڈوبتا جارہا تھا اور دوسری طرف سیکڑوں میل دور ارض فلسطین کے اس علاقے میں جسے اب الخلیل کہتے ہیں، جو آج کل اردن کے حدود میں ہے، عجیب وغریب حالات وتجربات سے گزار کر مشیت الٰہی کا پوشیدہ ہاتھ ایک ایسی شخصیت کی تیاری میں لگا ہوا تھا، جس کا انتخاب مصر کے ہمہ جہتی انقلاب کے لئے اور مادی واخلاقی ہر پہلو سے مصری معاشرہ اور گرد وپیش کے علاقے کو ترقی یافتہ بنا دینے کے لئے کیا جاچکا تھا۔ واضح رہے کہ اس شخص کی تربیت کا کام کتابوں اور کاپیوں کے درمیان نہیں کیا گیا تھا، بلکہ حالات وآزمائشوں کی بھٹی میں تپا کر اسے کندن بنایا گیا۔ آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے یوسف کو ایک خواب دکھایا جاتا ہے، جس کی تعبیر بتاتے ہوئے ان کے عظیم والد ان کو یہ خوشخبری بھی سناتے ہیں کہ جس طرح اس خواب کے ذریعہ سے تمہاری آئندہ بلند مقامی کی ایک جھلک تمھیں دکھائی گئی ہے، اس طرح اور بھی نعمتیں نہ صرف تمہارے لئے بلکہ ہمارے پورے خاندان کے لئے مقدر ہوچکی ہیں (ملاحظہ فرمائیں سورہ یوسف آیت: 6) اس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ جو آزمائشیں اللہ کے تکوینی منصوبے کے نتیجہ میں آتی ہیں، ان کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی عطا کردیا جاتا ہے، چنانچہ تھوڑے ہی دن کے بعد نوجوان یوسف کو ان کے سوتیلے بھائیوں کے ذریعہ اندھیرے کنویں میں ڈالے جانے کا المناک واقعہ پیش آیا اور قرآن مجید نے ہی یہ بھی بتایا ہے کہ (بظاہر) عین اس وقت کہ جس وقت یوسف کنویں میں گر رہے تھے، غیب سے انہیں الہام ہوا کہ گھبراؤ مت! ان کی سازش سے تمھیں رہائی مل کر رہے گی اور ایک روز وہ بھی آئے گا جب تم ان کی حرکتیں انھیں یاد دلاؤ گے، اور (تم اس وقت ایسے ممتاز مقام پر ہوگے کہ) وہ تمہیں پہچان بھی نہ پائیں گے (سورہ یوسف: 15) ناقابل برداشت چیزوں کو برداشت کرنے، ہر حال میں جذبات پر قابو رکھنے اور اللہ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کردینے جیسے اوصاف واخلاق سے نوجوان یوسف کو آراستہ کرنے کے عظیم مقاصد کے تحت ایک نیا تربیتی مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب اسے ایک غلام کی طرح مصر کے بازار میں فروخت کے لئے رکھا گیا اور پھر اسی مخفی خداوندی منصوبے کے نتیجے میں اسے مصری حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے اپنے اہل خانہ کی خدمت خاص کے لئے خرید لیا، بلکہ قرآن تو یہ بھی بتاتا ہے کہ اس مصری حاکم نے نوجوان یوسف کو اپنی بیگم کے حوالے کرتے ہوئے یہ ہدایت دی کہ اسے عزت کے ساتھ رکھنا، ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے کام آئے، یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ قرآن جہاں ہمیں یہ قصہ سناتا ہے، وہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ ایک اعلیٰ حکمراں گھرانے میں یوسف کو پہونچانے کے پیچھے دراصل اللہ کا منصوبہ یہ تھا کہ اس طرح ایک بڑے حکمراں کے گھر میں رہ کر انھیں دنیاوی معاملات میں تجربہ وبصیرت حاصل ہو، اور حکمراں گھرانے کے طور طریقوں سے لے کر آداب حکمرانی تک، بہت کچھ عملی طور پر سیکھنے کا انھیں موقع ملے (سورہ یوسف: 21) تفسیر وتاریخ کی کتابوں میں حوالوں کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حاکم مصر نے اپنے محل کے تمام معاملات کی نگرانی وذمہ داری یوسف کے حوالے کردی تھی۔

اب سیدھے اور صاف لفظوں میں عرض کرتا ہوں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی سیرت وکردار کو اسوۂ یوسفی کی روشنی میں زیادہ سنجیدگی کے ساتھ بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے وسائل اور صلاحیتوں کو منظم کرکے خدمت خلق کے کام کو زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

پوپ فرانسس کا 'نسل کشی' کے الزامات کی تحقیقات کا مطالبہ

ایک اسرائیلی وزیر نے کیتھولک مسیحیوں کے روحانی پیشوا پوپ فرانسس کے اس بیان کی مذمت کی ہے، جس میں پوپ نے کہا تھا کہ بین الاقوامی برادری کو اس بات کا تفصیلی جائزہ لینا چاہیے کہ آیا غزہ میں اسرائیلی فوج کے اقدامات نسل کشی کے زمرے میں آتے ہیں، ایک اطالوی اخبار میں چھپنے والے اپنے ایک کھلے خط میں بیرون ملک مقیم اسرائیلیوں کے امور کے نگراں وزیر امیچائے چیکلی نے پاپائے روم کے اس موقف کو لفظ 'نسل کشی' کے حقیقی معنوں کی اہمیت محدود کرنے سے تعبیر کیا، اسرائیلی وزیر نے اپنے خط میں مزید لکھا، "ایک ایسی قوم جو ہولوکاسٹ میں اپنے ساٹھ لاکھ بیٹے بیٹیاں کھو چکی ہے، ہم نسل کشی کے معنوں کو محدود کرنے سے متعلق حساس رویہ رکھتے ہیں، یہ عمل ہولوکاسٹ کو جھٹلانے کے خطرناک حد تک قریب ہے،" چیکلی نے اپنے خط کے اختتام میں لکھا، "یہودیوں کے ایک دوست پاپائے روم یہودی ریاست (اسرائیل) پر نسل کشی کے اس الزام پر اپنے موقف کی وضاحت کریں۔" (ڈی ڈبلیو)

ٹرمپ دور میں ایران کے ساتھ ایٹمی مذاکرات ممکن ہیں، بلنکن

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے کہا کہ تہران کے لیے جوہری ہتھیار بنانا ناممکن نہیں ہے اور نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے پاس ایران کے ساتھ اس سلسلے میں بات چیت کی گنجائش موجود ہے، سبکدوش ہونے والے اعلیٰ امریکی سفارت کار بلنکن نے اعتراف کیا کہ مسلم عالم دین کے زیر انتظام ریاست 'ایران' خطے میں اپنی فوج کو پہنچنے والے دھچکوں کے بعد جوہری ہتھیار بنانے پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرسکتی ہے، اسرائیل کی فوج نے ایرانی فضائی دفاع کو نشانہ بنایا اور اس کے لبنانی اتحادی عسکریت پسند گروپ حزب اللہ کو کمزور کیا، اُدھر شام میں اس کے اہم عرب اتحادی بشار الاسد کے خلاف بغاوت اور ان کی حکومت کا تختہ الٹے جانے کے بعد ایران مشرق وسطیٰ کے خطے میں کافی حد تک کمزور ہوگیا ہے (ڈی ڈبلیو)

شام پر ایک رائے سے حکومت نہیں کی جاسکتی: احمد الشرع

شام میں "عسکری کارروائیوں کی انتظامیہ" کے کمانڈر احمد الشرع نے ایک بار پھر باور کرایا ہے کہ ملک میں کثیر الجہتی کا تحفظ اہمیت کا حامل ہے، عسکری انتظامیہ میں کئی مسلح گروپوں کے نمائندے شامل ہیں جن میں نمایاں ترین "تحریر الشام تنظیم" ہے، الشرع کے مطابق "ہم یہ توقع نہیں کرسکتے کہ شام جیسے حجم، وسائل اور مختلف طبقات کے حامل ملک پر کوئی ایک رائے غالب آجائے"، احمد الشرع نے جو ماضی میں "ابو محمد الجولانی" کے نام سے معروف تھے، عربی اخبار "الشرق الاوسط" کو دیے گئے انٹرویو میں کہا کہ اختلاف ایک اچھا اور صحت مند رجحان ہے، انھوں نے زور دے کر کہا کہ "یہ کامیابی کسی ایک طبقے کی نہیں بلکہ یہ تمام شامیوں کی کامیابی ہے"، الشرع نے باور کرایا کہ ان کا ملک "کسی حملے کا پلیٹ فارم یا کسی بھی عرب یا خلیجی ملک کے لیے تشویش کا باعث نہیں بنے گا" تحریر الشام تنظیم کے سربراہ نے واضح کیا کہ اپوزیشن گروپوں کی کامیابی نے خطے میں ایرانی منصوبے کو 40 برس پیچھے دھکیل دیا ہے، الشرع کے مطابق ایرانی منصوبے کے پیچھے ہونے کے باعث خلیجی ممالک کی اسٹریٹجک سیکورٹی زیادہ محفوظ ہوگئی ہے۔ (العربیہ اردو)

لاپتہ پرواز ایم ایچ 370 کے ملبے کی تلاش دوبارہ شروع کی جائے گی: ملائیشیا

ملائیشیا نے 10 سال سے زائد عرصے کے بعد ملائیشیا ایئر لائنز کی لاپتہ ہوجانے والی پرواز ایم ایچ 370 کے ملبے کی تلاش دوبارہ شروع کرنے پر اصولی اتفاق کیا ہے، یہ بات ملک کے وزیر برائے ٹرانسپورٹ نے جمعے کے روز کہی، یہ دنیا کے ہوابازی کے پراسرار ترین واقعات میں سے ایک ہے، پرواز ایم ایچ 370 کا ایک بوئنگ 777 طیارہ جس میں 227 مسافر اور عملے کے 12 ارکان سوار تھے، آٹھ مارچ 2014 کو کوالالمپور سے بیجنگ جاتے ہوئے غائب ہوگیا تھا، وزیر برائے ٹرانسپورٹ انتھونی لوک نے کہا کہ جنوبی بحرِ ہند میں ایک نئے علاقے کی تلاش کی تجویز ایکسپلوریشن فرم اوشین انفینٹی کی طرف سے آئی ہے جس نے 2018 میں غائب ہونے والے طیارے کی آخری تلاش بھی انجام دی تھی، لوک نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ اگر ملبہ بنیادی اور اصلی ہوتو تلاش کرنے والی فرم کو 70 ملین ڈالر ملیں گے، انہوں نے کہا، ہماری ذمہ داری، فریضہ اور عزم گمشدہ افراد کے رشتہ داروں کے ساتھ ہے، "ہمیں امید ہے کہ اس دفعہ مثبت پیش رفت ہوگی، ملبہ مل جائے گا اور خاندانوں کے ساتھ معاملات ختم ہوجائیں گے۔" (العربیہ اردو)

گوانتاناموبے میں 17 سال سے بغیر الزام کے قید شخص سمیت تین افراد کی اپنے ملک منتقلی

امریکی محکمہ دفاع پینٹاگون نے کہا ہے کہ گوانتاناموبے میں قید ملائیشیا سے تعلق رکھنے والے دو ملزمان نے بالی میں 2002 میں ہونے والے دھماکوں سے متعلق الزامات کا اعتراف کرلیا ہے، جبکہ مبینہ سرغنہ کے خلاف گواہی دینے پر بھی رضامندی ظاہر کی ہے جس کے بعد انہیں واپس اپنے ملک منتقل کردیا گیا ہے، خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق منگل کو کینیا سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو واپس اپنے ملک منتقل کیا گیا ہے جو گزشتہ 17 سال سے بغیر کسی الزام کے گوانتاناموبے میں قید تھا، پراسیکیوٹرز کا کہنا ہے کہ محمد فارق بن امین اور محمد ناظر بن لیپ نے کئی سال حمبلی نامی شخص کے ساتھ کام کیا جو القاعدہ سے وابستہ جماعت جامع اسلامیہ کے انڈونیشیا میں رہنما تھے۔ ان دونوں افراد پر 12 اکتوبر 2002 کو بالی میں ہونے والے دھماکوں کے بعد حمبلی کو فرار کروانے کا بھی الزام ہے (الجزیرہ)

تعلیم و روزگار

محمد اسعد اللہ قاسمی نالندوی

شمال مشرقی سرحدی ریلوے (NFR) میں 12 اسامیوں کے لیے درخواستیں مطلوب

شمال مشرقی سرحدی ریلوے (NFR) نے اسکاؤٹس اور گائیڈ کی 12 آسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، ان میں لیول 1 اور 2 کے تحت بحالیاں کی جائیں گی، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار درخواست فارم کو پُر کریں اور اسے دستاویزات کے ساتھ انسٹی ٹیوٹ کے مقررہ پتے پر ڈاک کے ذریعے بھیجیں، درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ 27 دسمبر 2024 ہے، اہلیت، عمر کی حد، انتخاب کا عمل، اہم تاریخیں اور دیگر تفصیلات ذیل میں دی گئی ہیں، درخواست کی فیس: جنرل/او بی سی زمرہ اور ای ڈبلیو ایس کے لیے 500 روپے، خواتین اور معذوروں کے لیے فیس 250 روپے ہے، سرکاری ویب سائٹ: www.nfr.indianrailways.gov.in

ریاستی ہیلتھ سوسائٹی، بہار میں آیوشملک اسسٹنٹ کی 220 اسامیوں کے لئے درخواست دیں

ریاستی ہیلتھ سوسائٹی، بہار میں آیوشملک اسسٹنٹ کی 220 اسامیاں پُر کرنے کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، یہ بحالیاں ریاست کے تمام ضلع اسپتالوں، سب ڈویژنل اسپتالوں، ریفرل اسپتالوں، کمیونٹی ہیلتھ سینٹروں اور بنیادی صحت مراکز میں 11 ماہ کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائیں گی، ریزرویشن کا فائدہ صرف بہار ریاست کے باشندوں کو دیا جائے گا، دوسری ریاستوں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، اہلیت کی شرائط کو پورا کرنے والے امیدوار اس کی ویب سائٹ پر جائیں اور آن لائن درخواست دیں، آن لائن درخواست 31 دسمبر 2024 تک دی جاسکتی ہے۔

ہماچل پردیش پبلک سروس کمیشن نے میڈیکل آفیسر کی 200 اسامیوں پر بحالی کے لئے درخواست طلب کیا

ہماچل پردیش پبلک سروس کمیشن (HPPSC) نے میڈیکل آفیسر کی 200 اسامیوں پر بحالی کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں، یہ تقرریاں محکمۂ صحت اور خاندانی بہبود میں کی جائیں گی، صرف ہماچل پردیش کے اصل باشندوں کو ریزرویشن کا فائدہ ملے گا، دوسری ریاستوں کے امیدوار عام زمرے میں درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2024 ہے، درخواست کے عمل سمیت دیگر معلومات کے لئے ذیل میں دئے گئے ویب سائٹ پر جائیں، درخواست کی فیس: 600 روپے ہے، ہماچل پردیش کے ST / SC زمرے اور OBC کے لیے 150 روپے، خواتین کے لیے مفت ہے، ہیلپ لائن نمبر: 0177-313426/1800180004، ای میل آئی ڈی: hppsc_shimla@msn.com سرکاری ویب سائٹ: www.hppsc.hp.gov.in

راجستھان میں جونیئر انجینئر کی 1111 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن

راجستھان اسٹاف سلیکشن بورڈ، راجستھان ماتحت اور وزارتی خدمات سلیکشن بورڈ: (RSMSSB) نے جونیئر انجینئر کے 1111 عہدوں پر بحالی کیلئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، جس کا اشتہار نمبر 12/2024 ہے، خواہش مند امیدوار 27 دسمبر 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، بحالی سے متعلق دیگر معلومات جیسے کہ نصاب، عمر کی حد، اہلیت، پے اسکیل وغیرہ کے لیے اشتہار پڑھیں اور پھر درخواست دیں، مزید معلومات کے لئے https://rsmssb.rajasthan.gov.in/ اس ویب سائٹ پر جائیں، امتحان کی فیس جنرل/او بی سی زمرے کے لئے 600 روپے، او بی سی این سی ایل زمرے کے لئے 400 روپے، SC / ST زمرے کے لئے 400 روپے، امتحان کی تاریخ شیڈول کے مطابق۔

جونیئر اسسٹنٹ بحالی کے 2702 عہدوں کے لیے آن لائن درخواست دیں

UPSSSC نے جونیئر اسسٹنٹ کے 2702 پر بحالی کے لیے آن لائن درخواست طلب کیا ہے، جس کا اشتہار نمبر 12/Exam2024 ہے، وہ امیدوار جو 10+2 جونیئر اسسٹنٹ کی اسامی میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ 23 دسمبر 2024 سے 12 جنوری 2025 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، بحالی کی اہلیت، عہدہ کی معلومات، انتخاب کا طریقہ کار، محکمہ وار اسامی، پے سکیل اور دیگر تمام معلومات کے لیے نوٹیفکیشن پڑھیں اور مزید معلومات کے لئے https://upsssc.gov.in/ اس لنک پر جائیں، درخواست کی فیس تمام زمروں کے لئے 25 روپئے ہے، فیس کی ادائیگی اسٹیٹ بینک آف انڈیا ایس بی آئی کے ذریعے کریں۔

(UPSC) نے 'کمبائنڈ ڈیفنس سروسز (CDS-1)-'2025' امتحان کے لیے درخواستیں طلب کی

یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) نے 'کمبائنڈ ڈیفنس سروسز (CDS-1)-'2025' امتحان کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کا اشتہار نمبر 4/2025.CDS-I ہے۔ اس امتحان کے ذریعے فوج، فضائیہ اور بحریہ میں 457 فوجی افسران کی تقرری کی جائے گی، منتخب کردہ امیدواروں کو تربیت کے لیے متعلقہ اکیڈمیوں میں بھیجا جائے گا، ان اسامیوں کے لیے خواتین اور مرد امیدواروں کو آن لائن درخواست دینا ہوگی، درخواست کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس: 200 روپے ہے، فیس ایس بی آئی (SBI) کی کسی بھی شاخ میں نقد یا آن لائن موڈ کے ذریعے ادا کی جاسکتی ہے، سرکاری ویب سائٹ: upsc.gov.in ہے، مزید معلومات کے لئے اس ویب سائٹ پر جائیں، ہیلپ لائن نمبر: 011-23385271/23381125/23098543 ہے۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

عربی زبان اسلامی ثقافت کی روح اور مسلمانوں کی امتیازی شناخت ہے: حضرت امیر شریعت

دنیا بھر میں 18 دسمبر کو عالمی یوم عربی کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس دن کا مقصد عربی زبان کی عظمت اور اس کے عالمی و دینی اثرات کو اجاگر کرنا ہے۔اس موقع پر امیرِ شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے ایک خصوصی بیان جاری کرتے ہوئے عربی زبان کو دینِ اسلام اور مسلمانوں کی زندگی کا ایک لازمی حصہ قرار دیا ہے،انہوں نے فرمایا کہ عربی زبان کو یہ عظیم مقام حاصل ہے کہ وہ تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی مقدس کتاب قرآن مجید اور خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے،اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و معارف کا منبع،مصدر اور مرجع ہے۔خاص بات یہ ہے کہ،جنت میں جنتیوں کی زبان بھی عربی ہی ہوگی،حضرت امیر شریعت نے کہا کہ عالمی یومِ عربی ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم عربی زبان کے فروغ کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔اس موقع پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم عربی زبان کو سیکھنے،سمجھنے اور اپنانے کے لیے سنجیدہ کوشش کریں گے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی اس زبان سے روشناس کرائیں گے۔عربی سیکھنا صرف ایک دینی ضرورت نہیں بلکہ یہ ہماری اسلامی شناخت کا ایک اہم حصہ اور ذریعہ ہے،کیونکہ دنیا بھر میں یہ زبان کروڑوں افراد بولتے ہیں اور اسے ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے،انہوں نے والدین کو بھی اس جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی عربی کی تعلیم دیں،تاکہ وہ نہ صرف دین کو بہتر طور پر سمجھ سکیں بلکہ اسلامی ثقافت سے بھی مضبوط رشتہ قائم رکھیں،حضرت امیرِ شریعت نے اس بات پر زور دیا کہ عربی زبان کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہم مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے۔ہمیں اسے اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال کرنا چاہیے اور اپنی عبادات اور دینی امور کو بہتر بنانے کے لیے اس میں مہارت حاصل کرنی چاہیے۔آخر میں حضرت امیر شریعت نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عربی زبان کو سیکھنے،سکھانے،سمجھنے،سمجھانے،مادری زبان کی طرح اس کو اپنانے اور اس کی خوب ترویج و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ساتھ ہی انہوں نے اپیل کی کہ عربی زبان سے محبت رکھنے والوں کو عربی زبان کے فروغ کے لیے تعلیمی پروگرامز اور تربیتی ورکشاپس کا بکثرت انعقاد کرنا چاہیے،عالمی یومِ عربی کے موقع پر یہ پیغام ہم سب کے لیے ایک یاددہانی ہے کہ عربی زبان کو اپنا کر ہم اپنی دینی و ثقافتی شناخت کو مضبوط کریں اور اسلامی اتحاد کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کریں۔

نظام امارت کی تشکیل خلافت دینی کے خمیر سے ہوئی ہے: مفتی محمد سہراب ندوی

امارت شرعیہ کا وجود ملک کے مسلمانوں کے لئے اللہ کی عظیم نعمت ہے،اس نظام امارت کی تشکیل خلافت دینی کے خمیر سے ہوئی ہے،مغلیہ سلطنت کے زوال اور خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد ملت اسلامیہ ہندیہ کو جس فکر اور نظام نے مرکزیت کا محور اور اس سیکولر مملکت میں احکام شرعیہ کے اجراء و نفاذ کا عملی تصور دیا،اُسی نظام کا نام نظام امارت ہے،انگریزوں کے تسلط کے بعد ملک میں رونما ہونے والی صورتحال میں ملت کا دینی فریضہ اور ایمانی تقاضہ تھا کہ اولی الامر منکم کے تحت امیر شرعی کا انتخاب کرے،جس کے سایہ میں علی منہاج النبوۃ شرعی احکامات کے نفاذ اور ملی فلاح واستحکام کے امور انجام پاسکیں،چنانچہ اسی دینی تقاضہ کی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ کا وجود عمل میں آیا،امیر شرعی منتخب ہوئے،قضاۃ کی تقرری،جمعہ واعیاد کے قیام،نظام اوقاف کی استواری،یتیموں،بیواؤں اور مجبوروں کی غمگساری،ہمنوائی،ان کی ولایت کی ذمہ داری،مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ اور دیگر ملی مسائل کے شرعی حل جیسے کام جو خلافت اور مسلم حکومت کے زیر اثر انجام پاتے تھے،ایک خاص دائرہ میں امارت شرعیہ اور امیر شریعت کی سربراہی میں انجام پانے شروع ہوئے اور بحمد اللہ مسلسل سو سالوں سے یہ نظام علی منہاج الشریعۃ ان مقاصد کو عملی جامہ پہنا رہا ہے،اسی لئے اس نظام شرعی کے معائنہ کے بعد وقت کے محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا کہ نظام امارت شرعیہ خلافت کی ایک جھلک ہے،اور میرا یقین ہے کہ اگر مستقبل میں کبھی بھی زمام حکومت اہل ایمان کے پاس لوٹ کر آئی تو اس کا نقشہ عمل وہی ہوگا جو آج امارت شرعیہ کا نظام اور اس کے نقشہ امور ہیں،ضرورت ہے کہ مسلمان اس مذہبی نعمت کی قدر کریں اور اس کے استحکام کو اپنی ایمانی ذمہ داری سمجھیں،نیز فکر امارت کی اس تصویر کو دلوں میں اتارنے کی کوشش کریں،ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نے مورخہ ۱۶/دسمبر کو پٹلوا ضلع پورنیہ کی وسیع جامع مسجد میں منعقد اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کیا،واضح رہے کہ امارت شرعیہ کا ایک دعوتی وفد ۸/دسمبر سے ضلع پورنیہ کے دورہ پر تھا،یہ اجلاس اسی دورہ کی مناسبت سے منعقد کیا گیا تھا،اس سے قبل مدرسہ رحمانیہ ڈنگرا،جامع مسجد چاند بھاٹھی،برہمپور،دریاپور،مدرسہ تعلیم القرآن دمکا بھمرا،مدرسہ روح الاسلام لکھن جھری اور پھسیا میں بھی اجلاس منعقد ہوئے،جس میں قائد وفد مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے موجودہ حالات کے تناظر میں حاضرین کو اہم پیغامات دیئے،امارت شرعیہ کی خدمات کا تعارف کرایا،فکر امارت کی اہمیت سے واقف کرایا اور وقف بل اور زمین کے سروے سے متعلق ضروری امور سے آگاہ کیا،وفد کے رکن جناب مفتی محمد احکام الحق قاسمی صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ نے بھی آپسی اتحاد کو مضبوط بنانے،دینی تعلیم کے نظام کو مستحکم کرنے اور اعلیٰ عصری تعلیم کے حصول پر توجہ دینے کی تلقین کی اور کہا کہ آپسی اتحاد ہی وہ قوت ہے جس سے مسائل کا حل آسان ہوسکتا ہے۔جناب مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت نے تعلیم نسواں کی ضرورت اور نوجوانوں میں فکری اعتبار سے اسلام کا نمائندہ اور تہذیبی اعتبار سے اپنے مذہب کا سچا پیروکار بننے کی طرف خصوصی توجہ دلائی،ہر جگہ وفد کا شاندار استقبال ہوا۔مولانا مسعود اللہ رحمانی،مولانا خالد حبیب ندوی صاحب نے بھی امارت شرعیہ کے نظام کی ضرورت اور اس سے والہانہ وابستگی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔جناب مولانا مزمل حسین قاسمی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے،یہ دورہ پوکھریا ضلع پورنیہ میں منعقد ہونے والے اجلاس کے بعد اختتام پذیر ہوگا،اس دورہ میں ۳۰ سے زائد مقامات پر وفد کی حاضری ہوئی،مسلمانوں کی تعلیمی،دینی،معاشی اور سماجی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور حضرت امیر شریعت مدظلہ کا خصوصی پیغام پہونچایا گیا۔

(بقیہ صفحہ اول)

زوردار بحث کے بعد ووٹنگ ہوئی،جس میں بل کی حمایت میں 269 اور مخالفت میں 198 ووٹ پڑے اور ثابت ہوگیا کہ مرکزی حکومت کم از کم اس وقت بل کو پاس نہیں کرا سکتی،کیوں کہ دستور میں تبدیلی کے لیے دو تہائی اکثریت چاہیے جو اس کے پاس دونوں ایوانوں میں نہیں ہے،اس لیے اسے سال دو سال سرد بستے میں ڈالنے کی غرض سے امیت شاہ کے مشورے اور مرکزی وزیر قانون ارجن رام میگھوال کی تجویز کے مطابق اسپیکر نے جوائنٹ پارلیامنٹری کمیٹی (JPC) کے حوالہ کرنے کا فیصلہ کردیا،اب جے پی سی بنے گی اور وسیع صلاح و مشورہ کے بعد اپنی رپورٹ اسپیکر کے حوالہ کرنے کا فیصلہ کردیا،اب جے پی سی وسیع صلاح و مشورہ کے بعد اپنی رپورٹ اسپیکر کو سونپے گی،پھر ایوان میں اس پر بحث کیا جائے گا،تب تک کے لئے یہ معاملہ ٹھنڈا گیا ہے، جے پی سی کی رپورٹ دونوں ایوان سے پاس ہونے کے بعد اسے صدر جمہوریہ کی منظوری کے لیے بھیجا جائے گا،ان کی منظوری کے بعد ہی یہ قانون بن سکے گا،مطلب ہنوز دلی دور است،موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اگر یہ بل منظور ہوتا ہے تو دستور کی کم از کم پانچ دفعات میں تبدیلی کرنی ہوگی تبھی اس بل کا نفاذ ممکن ہو سکے گا،جن دفعات کو بدلنا ہوگا،ان میں 174,172,85,83 اور 356 ہیں۔

دفعہ 83 میں کہا گیا ہے کہ پارلیامنٹ اپنی پہلی نشست کی تاریخ سے پانچ سال کے لیے ہوگی،دفعہ 85 ضرورت پڑنے پر صدر جمہوریہ کو پارلیامنٹ تحلیل کا اختیار دیتا ہے،دفعہ 172 میں اسمبلیوں کی مدت کار پہلی بیٹھک سے پانچ سال مقرر ہے۔دفعہ 175 میں گورنر کو ضرورت پڑنے پر اسمبلی تحلیل کرنے کی قوت دی گئی ہے،دفعہ 356 مرکزی حکومت کو ریاستوں میں قانون کی بالادستی باقی نہ رہنے کی صورت میں صدر راج نافذ کرنے کا اختیار تفویض کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اس بل کے پاس ہونے کی صورت میں عوامی نمائندگی قانون 1951 میں بھی ترمیم کرنی ہوگی،ایک فہرست رائے دہندگان اور ایک شناختی کارڈ کو لاگو کرنے کے لیے دفعہ 325 کو بھی بدلنا ہوگا اور مرکزی اقتدار کے تحت لائے گیے تمام ریاستوں کے قانون زیر بحث آئیں گے،اور جموں کشمیر کی نئی تشکیل پر بھی غور کرنا ہوگا۔

اس طرح دیکھیں تو ایک ساتھ چناؤ کرانے کا راستہ آسان نہیں ہے،عوامی وسائل کی بچت،انتظامی اور دفاعی امور پر بوجھ کی کمی،سرکاری اسکیموں کا وقت پر نفاذ،انتظامی مشنری کا ترقیاتی کاموں کے لیے استعمال کہہ کر حکومت کے ذریعہ عوام کو مطمئن نہیں کیا جا سکتا،کیونکہ جن ریاستوں کے پانچ سال پورے نہیں ہوئے انہیں قبل از وقت تحلیل کرنا ریاست کی حکومت اور عوام پسند نہیں کرے گی،اس منصوبے کو لاگو کرنے میں اضافی ای وی ایم،وی وی پیٹ کی ضرورت ہوگی،کیوں کہ اگر ایک ساتھ چناؤ کرائے جائیں گے تو اس کے لیے ای وی ایم اور وی وی پیٹ کی دوگنی تعداد کی ضرورت ہوگی،اس کے علاوہ ہر پندرہ سال پر ای وی ایم کو بدلنا ہوگا،جس سے انتخابی لاگت بڑھے گی،گذشتہ جنوری میں الیکشن کمیشن نے بتایا کہ ایک ملک ایک انتخاب کے لیے ہر پندرہ سال پر دس ہزار کروڑ روپے کی ضرورت ہوگی،ایک ساتھ چناؤ کرانے کے لیے اضافی کارکنوں کی بھی ضرورت ہوگی،جس کی وجہ سے ریاستیں غیر معمولی دباؤ کی شکار ہوں گی،ای وی ایم اس تعداد میں آ بھی جاتے ہیں تو انہیں محفوظ رکھنے کے لیے بڑی جگہ کی ضرورت ہوگی اور مالیاتی بوجھ بھی بڑھے گا،یہ خواب و خیال کی بات ہے کہ ایک ساتھ انتخاب کرانے میں پارلیامینٹری انتخاب کے خرچہ سے ہی اسمبلی انتخابات کا انعقاد ہوجائے گا اور مالیات کی بچت ہوگی۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

اس کے علاوہ ریاستی مدے اور معاملات کی ان دیکھی ہوگی،چھوٹی اور علاقائی پارٹیوں کا خاتمہ ہوجائے گا،ریاستوں کے مسائل پس پشت چلے جائیں گے۔صدر راج لگانے میں مرکزی حکومت کو آسانی ہوگی۔اب تک صدر جمہوریہ مختلف معاملات و مسائل میں صرف مرکزی حکومت سے مشورہ کرتے تھے۔اب انہیں الیکشن کمشنر سے بھی مشورہ کرنا ہوگا،اس سے طاقت کا ارتکاز باقی نہیں رہے گا اور جمہوریت کمزور ہوگی۔

Scanned with CamScanner

بینک ڈپوزٹ کی شرعی حیثیت

مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ

آج پوری دنیا کا معاشی نظام، سودی نظام ہے اور بینکنگ اس سودی نظام کا نمائندہ ترین ادارہ ہے جو عالمی معاشی نظام پر حکمرانی کررہا ہے۔ سود کی حرمت جتنی قوت وصراحت کے ساتھ کتاب وسنت میں مذکور ہے اتنی ہی قوت کے ساتھ مختلف تاویلات کے ذریعہ سود کو کسی نہ کسی طرح حلال قرار دینے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور حکومت واقتدار ان کے ہاتھ میں نہیں، وہ تو اپنی خواہش کے باوجود اس نظام کی تبدیلی پر قادر نہیں، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ وہ مسلم ممالک جو قانون سازی میں خودمختار ہیں اور اپنے معاشی نظام کی تنظیم شرع اسلامی کی اساس پر قائم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، وہ بھی اس طرح طویل عرصہ سے سود پرمبنی معاشیات کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں کہ انہیں یہی "منکر" "معروف" محسوس ہوتا ہے اور عام طور پر اس غلامی سے نجات پانے کی کوئی منظم، مربوط اور مؤثر کوشش ان ممالک میں نشو ونما نہیں پاسکی؛ بلکہ کچھ لوگ علم ودانش کے نام پر بینکنگ کے اس سودی نظام کو سند جواز دینا چاہتے ہیں۔ بینک کے بنیادی کاموں کو ہم یوں تقسیم کرسکتے ہیں: (۱) افراد یا اداروں کی طرف سے امانتیں Deposits قبول کرنا۔ یہ امانتیں عندالطلب On Demand یا مدت متعینہ Fixed Time پر قابل واپسی ہوں گی۔ (۲) بینک ان جمع شدہ رقوم کو سودی قرض دینے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (۳) بینک اپنے قرض خواہوں سے قرض میں دی ہوئی رقم سے زائد کچھ رقم Intrest کے نام سے وصول کرتا ہے اور پھر اپنے کھاتہ داروں کو Depositors اس حاصل منافع کا کچھ حصہ زائد رقم کی صورت میں ادا کرتا ہے۔

بینک میں کھاتہ دار جو رقم رکھتا ہے، اسے عام طور پر "امانت" کہا جاتا ہے۔ کیا یہ امانت بمعنی ودیعت ہے؟ یا محض اس لئے کہ کھاتہ دار اپنی رقم بینک میں رکھ کر اس کی حفاظت کی فکر سے مامون ہوجاتا ہے اور بینک اسے ایک اطمینان واعتماد فراہم کرتا ہے، شاید یہی توجیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ بہرحال سوال یہ ہے کہ بینک میں جمع کھاتہ دار کی رقم شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے۔ (۱) کیا یہ شرعاً "قرض" شمار کی جائے گی؟ (۲) یا اسے بینک کی ودیعت و امانت قرار دیا جائے گا؟ (۳) اور کیا اسے مال اجارہ قرار دیا جاسکتا ہے؟

کچھ لوگوں نے یہ کوشش کی کہ بینک کے ساتھ کھاتہ دار کے معاملہ کو اجارہ قرار دیا جائے، یعنی یوں کہا جائے کہ جس طرح عقد اجارہ میں مالک اپنی کسی چیز کو کرایہ پر لگاتا ہے کہ جس کو وہ شی کرایہ پر دی گئی ہے، وہ اس کے منافع سے مستفید ہو اور اس انتفاع کی اجرت مالک کو ادا کرے۔ گویا روپے کے مالک نے روپے بینک کو دیئے کہ بینک اس روپے سے مصرف لے۔ منافع کمائے اور سود کی صورت میں کھاتہ دار کو اجرت ادا کرے۔ یہ دراصل سود کی حرام آمدنی کو حلال کرنے کی ایک صورت ہے اور عقد اجارہ کی حقیقت کو نظرانداز کرکے ہی یہ رائے قائم کی گئی ہے۔

کھاتہ دار کی جمع شدہ رقوم کو اصطلاح شرع کے مطابق "ودیعت اور امانت" قرار دینا یا "قرض" قرار دینا کون سا موقف درست ہوسکتا ہے۔ ان مذکورہ بالا سوالات کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان عقود ومعاملات کے عناصر ترکیبی اور ان کی خصوصیات اور ان کے باہمی فرق پر غور کریں۔

اجـــارہ: منافع کی فروخت کو کہا جاتا ہے، جس میں اصل شی محفوظ رہتی ہے اور کرایہ دار ادا کرکے اس شی سے منتفع ہونے کا حق مالک سے خرید لیتا ہے۔ مثلاً مالک مکان جب کوئی مکان کسی کو کرایہ پر دیتا ہے تو مکان بعینہٖ محفوظ رہتا ہے۔ اس میں رہائش کا حق کرایہ دار کو حاصل ہوجاتا ہے اور مالک مکان اس انتفاع کی قیمت یعنی اجرت کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ اسی لئے شرعاً اجارہ انہیں اشیاء میں صحیح ہوگا جو بوجہ استعمال خرچ نہ ہوجاتی ہوں۔ مثلاً گیہوں، چاول یا دوسری غذائی اشیاء "کرایہ" پر نہیں دی جاسکتیں کہ ان کا مصرف اور نفع غذائی ضرورت کا پورا کرنا ہے اور جب بھی یہ اشیاء اپنے مصرف پر صرف کی جائیں گی اور ان سے نفع اٹھایا جائے گا، اصل شی خرچ ہوکر ختم ہوجائے گی، اس لئے ایسی اشیاء میں عقد اجارہ (کرایہ داری) کے پائے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور عقد اجارہ میں شی اجارہ کرایہ دار کے ہاتھوں میں امانت ہوتی ہے یعنی اگر اس کی غفلت یا بے جا تصرف کے بغیر خود بخود وہ شی ضائع ہوجائے تو کرایہ دار اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی کار کرایہ پر لگائی گئی۔ کرایہ دار نے کار کسی محفوظ جگہ میں پارک کردی اور کسی وجہ سے کار میں آگ لگ گئی جس میں کرایہ دار کے قصد وعمل یا اس کی غفلت کو کوئی دخل نہیں تھا تو کار کے ضائع ہونے کا حرجانہ کرایہ دار پر عائد نہیں ہوگا۔ پس اجارہ (کرایہ داری) میں اصل شی کا برقرار رہنا بنیادی عنصر ہے اور شی اجارہ پر کرایہ دار کا قبضہ قبضۂ امانت ہے۔ قبض مالکانہ نہیں۔ ودیعت وامانت میں ایک شخص اپنا مال دوسرے شخص کے پاس بہ طور امانت محفوظ کردیتا ہے۔ امانت دار کے قبضہ کے بعد بھی ملکیت اصل مالک کی برقرار رہتی ہے۔ ملکیت امانت دار کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور اگر شی امانت، امانت دار کے بے جا تصرف یا غفلت کے بغیر ضائع ہوجائے تو امانت دار ضامن نہیں ہوتا اور اسی طرح امانت دار کو اس شی میں تصرف کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

قرض کی صورت میں: ملکیت قرض دہندہ (مُقرِض) سے قرض گیرندہ (مستقرض) کی منتقل ہوجاتی ہے۔ قرض گیرندہ کو اصل شی قرض سے مصرف لینے بلکہ اس کو خرچ کردینے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔ قرض گیرندہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ لئے ہوئے قرض کے مماثل قرض دہندہ کو ادا کرے۔ ان ہر سہ عقود ومعاملات کی حقیقت اور ان کی خصوصیات کی روشنی میں بینکوں میں کھاتہ داروں کی جمع کی ہوئی رقوم کی نوعیت پر غور کرنے سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ بینکوں میں کھاتہ داروں کی جمع رقم کو اجارہ قرار دینا انتہائی درجہ کا جہل ہے۔ اس لئے کہ اجارہ میں اصل شی اجارہ کا محفوظ رہنا ضروری ہے اور یہاں بینک میں جمع کی ہوئی شی، نقد اور روپیہ پیسہ اس قسم کا مال ہی نہیں جس میں اجارہ درست ہو۔ علاوہ ازیں کرایہ دار کا قبضہ، قبضۂ امانت ہوتا ہے یعنی اس کے قصد وعمل کے بغیر وہ شی ضائع ہوجائے تو وہ ضامن نہیں ہوتا۔ دراں حالیکہ بینک اپنی بنیادی حقیقت کے اعتبار سے اسی لئے وہ بینک ہے کہ کھاتہ داروں کے لئے ان کے اصل مال کی ضمانت لیتا ہے اور ان کا جمع کردہ روپیہ جس طرح بھی ضائع ہو بینک اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اسے اجارہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ اس طرح "سود" کی رقم کو اجرت کا نام دے کر حلال قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کھاتہ داروں کی بینک میں جمع رقم کو "ودیعت وامانت" بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اگر اسے امانت قرار دیا جائے تو بینک اس کا مالک نہیں ہوگا اور نہ اسے اس مال میں کسی طرح کے تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہوگا اور کھاتہ داروں کو اس کی ضمانت بھی نہیں مل سکے گی کہ ہر حال میں انہیں ان کی جمع کردہ رقم واپس مل جائے۔ پس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ کھاتہ داروں کی رقم کو بینک کے پاس "قرض" قرار دیا جائے کہ قرض میں: (۱) ملکیت مقروض کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ جیسے کھاتہ دار Depositor کی ملکیت ختم ہوکر بینک کی ملکیت جمع کردہ رقم پر قائم ہوجاتی ہے۔ (۲) مقروض کو قرض میں لئے ہوئے مال میں ہر طرح کے تصرف اور اصل شی قرض کو خرچ کردینے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔ جیسے بینک کو کھاتہ دار کی جمع کردہ رقم میں تصرف اور اصل شی کو خرچ کردینے کا حقدار ہوجاتا ہے۔ (۳) مقروض بہرحال مال قرض کی ادائیگی کا ضامن ہوتا ہے۔ چاہے وہ مال قرض اپنے مصرف میں لے آئے یا وہ مال ضائع ہوجائے، چاہے اس ضائع ہونے میں اس کی کوتاہی کو دخل ہو یا نہیں۔ بالکل اسی طرح بینک کھاتہ دار کی جمع کردہ رقم کے برابر رقم کھاتہ دار کو عندالطلب یا وقتِ معین پر واپس کرنے کا ذمہ دار ہے اور اگر مال بینک کی غفلت وکوتاہی سے ضائع ہو یا بغیر اس کی کوتاہی کے بہرصورت بینک اس رقم کا ضامن ہے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ عام طور پر بینکوں میں جو روپے کھاتہ دار جمع کرتے ہیں ان میں کھاتہ داروں کی حیثیت قرض دہندہ اور بینک کی حیثیت مقروض (قرض گیرندہ) کی ہوتی ہے اور از روئے شرع اسلام کسی بھی قرض کے باہمی معاملہ میں "نفع" دینا یا لینا "ربوا" (سود) ہے اور حرام ہے۔ بینک قرض لے کر سود ادا کرتا ہے اور قرض دے کر سود وصول کرتا ہے۔ اس طرح بینک کا نظام دوطرفہ سودی لین کا نظام ہے، جس کی حرمت پر کتاب وسنت کی نصوص صریحہ قطعیہ موجود ہیں۔ واضح رہے کہ سود کھانے کی حرمت اور قطعیت اسلام کی ان بنیادی اور اساسی تعلیمات میں سے ہے جس پر وقت، زمانہ، عرف وعادت اور حاجت وضرورت کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اگر ایسے اساسی اور بنیادی احکام کو حاجت وضرورت یا عرف وعادت اور زمان ومکان کی تبدیلی کے نام پر تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اساسِ دین منہدم ہوجائے گی۔ پس سودی کاروبار کا یہ نظام بینک کاری کسی مومن کے ذریعہ قائم ہو یا کافر کے ہاتھوں، اسے تجارتی کہا جائے یا تعاونی۔ نام اسے چاہے جو کچھ بھی دیا جائے، یہ اللہ ورسول کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ کی دعوت ہے۔

"قرض پر دی گئی رقم سے نفع کمانا ربوا ہے اور حرام ہے۔" یہ ایسا اصول ہے جو ہر عہد میں امت کے درمیان مقبول ومعروف رہا ہے۔ ضعف سند کے ساتھ صحیح، لیکن اسے مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے اور فقہاء وعلماء کے درمیان اس کا تلقّی بالقبول (مقبول ومعروف اور مسلّم) ہونا ضعف سند کی تلافی کردیتا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد صحابہ سے موقوف روایتیں مروی ہیں، فقہاء نے بھی اس موضوع کے مختلف گوشوں پر بحث کی ہے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ: "قرض میں کوئی شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغو ہے۔" اور اشباہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے وہ حرام ہے۔ اسی لئے گروی لئے ہوئے مکان میں رہائش اختیار کرنا مکان والے کی اجازت سے مکروہ ہے۔" یعنی راہن کے لئے مقروض کی اجازت کے بغیر تو حرام ہوگا ہی اگر وہ اجازت بھی دے دے تب بھی اس مکان سے استفادہ مکروہ ہوگا۔ شامی نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اگر نفع قرض کے معاملہ میں مشروط ہو تو حرام ہے"۔ عبد اللہ بن محمد بن اسلم السمر قندی جو کبار علماء سمرقند میں سے تھے ان کا قول نقل کیا ہے کہ "مالِ مرہونہ سے انتفاع کسی صورت میں جائز نہیں، اگرچہ راہن نے اسے اجازت دے دی ہو۔ اس لئے کہ سودخواری کی اجازت ہے۔ چوں کہ وہ اپنا پورا قرضہ وصول کرے گا ہی، پھر یہ نفع ایک زائد شی ہے۔ پس یہ ربوا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے"۔ المغنی میں ابن قدامہ حنبلیؒ نے لکھا ہے کہ "ہر وہ قرض جس میں یہ شرط لگائی گئی ہو کہ اس میں مقروض کچھ زائد رقم ادا کرے گا وہ بلا اختلاف حرام ہے۔ ابن المنذر نے کہا کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ قرض دہندہ اگر "قرض دہی" کے عمل پر کسی "اضافہ یا ہدیہ" کی شرط لگا کر قرض دے تو اس اضافہ کا لینا "ربوا" ہے اور ابی بن کعبؓ، ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ہر اس قرض سے منع فرمایا ہے جس سے نفع حاصل کیا جائے۔"

فقہاء کی ان صراحتوں کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس باب میں بے حد حساس نظر آتے ہیں وہ قرض دے کر حقیر سا نفع بھی حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ کہیں "ربوا" میں نہ پڑجائیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں بروایت سعید بن ابی بردہ عن ابیہ ایک خاص موقعہ پر حضرت عبداللہ بن سلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اے عزیز تم عراق میں رہتے ہو جہاں ربوا عام ہے۔ اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تمہیں تنکہ اور جو کے برابر بھی کوئی تحفہ دے تو (یاد رکھنا) کہ یہ تحفہ "ربوا" ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ سے سیدنا ابی بن کعبؓ نے دس ہزار قرض لئے۔ پھر جب حضرت ابی کے باغ میں کھجور کی فصل آئی تو انہوں نے مدینہ کی نفیس ترین کھجور حضرت عمرؓ کو ہدیۃً بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے وہ تحفہ واپس کردیا۔ حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ پھر ابھی میں آپ کا قرض واپس کردیتا ہوں۔ مجھے وہ قرض نہیں چاہئے جس کی وجہ سے میں اپنے باغ کی کھجوریں آپ کو پیش نہ کرسکوں۔ تب سیدنا عمرؓ نے وہ تحفہ قبول کرلیا اور فرمایا کہ "ربوا اس شخص پر ہے جو اپنی رقم میں اضافہ چاہے (یا وکچھ دے کر) اداء قرض میں مہلت چاہے۔ یعنی "فضل" (دی ہوئی رقم سے زائد کی واپسی) یا وقت اور مہلت کے عوض کچھ نفع (نسیئہ) دونوں صورتیں ربوا کی ہیں اور حرام ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "اگر تم نے کسی کو قرض دیا تو اس کا کوئی حقیر سے حقیر ہدیہ بھی یہاں تک کہ عاریۃً اس کی سواری بھی قبول نہ کرو" حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں ایک مستفتی آیا اور اس نے پوچھا کہ میرے پڑوس میں ایک مچھیرا ہے اسے میں نے قرض دے رکھا ہے۔ وہ کبھی کبھی مجھے تحفۃً مچھلی دیتا ہے۔ فرمایا کہ اس مچھلی کی قیمت کا حساب کرلو اور قرض میں منہا کرلو، اگر تمہارے قرض سے زائد ہو تو اس کو واپس کردو"

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ "اگر تم کسی ایسے شخص کے گھر جاؤ جس پر تمہارا قرض ہو اور اس کے یہاں کھانا کھاؤ تو حساب کرکے اس کی قیمت اصل قرض سے منہا کردو" حضرت ابراہیم نخعی اس میں اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ اگر قرض دینے کے پہلے سے آپس میں ایک دوسرے کے یہاں آنا اور ایک دوسرے کے یہاں کھانا پینا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں۔" صحابہ کرام اور تابعین سے ایسی متعدد روایتیں منقول ہیں جس سے ان کے ورع وتقویٰ اور سودی معاملات میں ہر طرح کے شبہ سے بھی احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہجری اور عیسوی کیلنڈر --- چند ضروری باتیں

محمد رضی الرحمٰن قاسمی

شمسی یا عیسوی کیلنڈر کے اعتبار سے نیا سال جنوری میں شروع ہوتا ہے، اس موقع پر حد اعتدال سے بہت زیادہ نکلا ہوا رویہ دیکھنے میں آتا ہے، شخصی، سماجی بلکہ بعض جگہ حکومتی سطح پر بھی ایک طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ دیکھنے اور سننے میں آتا ہے، اور ردعمل میں دین کی گہری سمجھ نہ رکھنے والوں کی طرف سے بھی نامناسب بات سامنے آجاتی ہے۔ ذیل کی سطروں میں مختصر طور پر معتدل طریقہ کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اسلام کا افراط وتفریط سے پاک نقطہ نظر سامنے آجائے۔

دنیا میں سب سے زیادہ رائج دو کیلنڈر ہیں، ایک عیسوی یا شمسی کیلنڈر، دوسرا ہجری یا قمری کیلنڈر، عیسوی کیلنڈر کو عیسوی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کیلنڈر کا پہلا سال سیدنا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت کے سال کو قرار دیا گیا ہے اور اسے شمسی اس لئے کہتے ہیں کہ شمس یعنی سورج کی نقل وحرکت کے اعتبار سے اس کیلنڈر کے دن ومہینہ متعین کئے گئے ہیں، ہجری کیلنڈر کو ہجری کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کا پہلا سال سید الاولین و الآخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کئے جانے والے سال کو قرار دیا گیا ہے اور قمری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کیلنڈر کے دن ومہینے چاند کی نقل وحرکت سے وابستہ ہیں۔

اوپر کی مختصر وضاحت سے ان دونوں کیلنڈر کے زیادہ رائج ہونے کی ایک ظاہری وجہ بھی سامنے آگئی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ عیسائی ہیں اور عیسوی کیلنڈر کا تعلق سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے ہے اور چونکہ آبادی کے اعتبار سے عیسائیوں کے بعد سب سے زیادہ اسلام کے پیروکار ہیں اور ہجری کیلنڈر سے بہت ساری اسلامی عبادتیں جڑی ہیں، مزید یہ کہ ہجری کیلنڈر کا تعلق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات سے ہے۔

نامناسب طرز عمل: عیسوی سال کے شروع ہونے پر بہت سی ایسی بیہودگیوں اور خرافات کو انسانوں کی ایک تعداد نے اپنا معمول بنالیا ہے، جن کی اجازت شریعت تو کجا ذہنی طور پر صحت مند کوئی معاشرہ بھی نہیں دے سکتا ہے، ان خرافات کے بارے میں تو بس یہی ہے کہ ان کی قطعاً اجازت نہیں ہے اور ان سے رکنا ضروری ہے؛ البتہ عیسوی سال کے شروع ہونے کے موقع پر زیادہ کثرت سے اور ہجری سال کی ابتداء پر اس کثرت سے تو نہیں؛ لیکن پھر بھی، لوگوں کا ایک دوسرے کو مبارک باد اور دعائیں دینے کا معمول ہو گیا ہے، اگر اسے ضروری اور دین کا حصہ سمجھ کر اور مستقل معمول بنا کر نہ کیا جاتا ہو، تو اسے بدعت تو نہیں کہہ سکتے ہیں؛ لیکن پھر بھی لغو اور لا یعنی کام ضرور ہے اور لغو کام سے بچنا ایک سچے مومن؛ بلکہ سمجھدار انسان کے لئے ضروری ہے، یہ اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

یہ دعا دینے کے لئے کہ "اللہ عز وجل آپ کو اچھا رکھے، آپ کے مستقبل کو دین ودنیا کے اعتبار سے بہتر بنائے"، ہجری یا عیسوی سال کے شروع ہونے کا انتظار کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، یہ دعا تو خود اپنے لیے اور باہم ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے۔

ساتھ ہی اس موقع پر بعض لوگوں کو یہ کہتے اور پیغام بھیجتے بھی دیکھا اور سنا ہے کہ "ہمیں جنوری پر نئے سال کی مبارک باد نہ دی جائے؛ بلکہ محرم پر دیا جائے؛ کیوں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا سال ہجری سال ہے، جو محرم سے شروع ہوتا ہے"، یہ کہنا اور پیغام بھیجنا خلوص پر ہی مبنی ہوتا ہوگا؛ لیکن دو وجہ سے یہ بھی نامناسب ہی بات ہے: ایک وجہ تو وہی ہے، جس کا ذکر اوپر آیا کہ جب باہم ایک دوسرے کے لئے مبارک باد یا دعا کے لئے شریعت نے نئے سال کی ابتداء کو کوئی خاص موقع قرار نہیں دیا ہے؛ لہٰذا دین سمجھ کر ایسا کرنا، یا معمول بنا کر ایسا کرنا، خواہ محرم کے شروع پر ہی کیوں نہ ہو بدعت ہے اور گمراہی کا سبب ہے، دوسرے یہ کہ یقیناً اسلام میں قمری مہینے کی زیادہ اہمیت ہے، اس اعتبار سے کہ رمضان کے روزے، عید الفطر وعید الاضحیٰ کی تعیین، حج کے ایام، اور زکوۃ کے حساب کتاب کا تعلق قمری مہینوں سے ہے اور قمری یا ہجری کیلنڈر کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہے؛ لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ جس طرح قمر یعنی چاند جس سے قمری کیلنڈر کا حساب کتاب ہوتا ہے اللہ عز وجل کا ہے، ویسے ہی شمس یعنی سورج، جس سے عیسوی کیلنڈر کا حساب ہوتا ہے، وہ بھی اللہ عز وجل ہی کا ہے اور قرآن وسنت کے متعدد نصوص سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں سورج وچاند اللہ عز وجل کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا سال اور کیلنڈر چاند سے وابستہ ہو یا سورج سے، دونوں ہمارے ہیں، ہاں! اہمیت کے اعتبار سے دونوں میں اوپر ذکر کئے گئے اسباب کی وجہ سے فرق ضرور ہے اور اس وجہ سے بھی کہ بہ حیثیت مسلمان ہم امتی تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں؛ لیکن اُن پر ایمان کے ساتھ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اور تمام انبیاء سابقین پر بھی ہمارا ایمان ہے، بلہذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات سے وابستہ کیلنڈر یقیناً ہمارا بھی ہے۔

کرنے کے کام: البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہجری کیلنڈر کے تئیں ہم مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں، مسلمانوں کی بڑی تعداد ایسی ہے، جنہیں ہجری کیلنڈر کے مہینے کے نام تک بھی یاد نہیں ہیں، تاریخ جاننا تو بہت دور کی بات ہے؛ حالانکہ اسلام کی بہت ساری عبادتیں ہجری کیلنڈر سے وابستہ ہیں، جیسے ہم پر رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ رکھنا فرض ہے، جو ہجری کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے، رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف ہے، شوال جو ہجری کیلنڈر کا دسواں مہینہ ہے، اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے، ذی الحجہ جو ہجری کیلنڈر کا بارہواں اور آخری مہینہ ہے، اس میں آٹھ سے بارہ یا تیرہ تاریخ تک حج ہوتا ہے، دس سے بارہ تک عید قرباں ہوتی ہے، ہر ہجری مہینے کے تین دن "تیرہ، چودہ اور پندرہ" تاریخوں میں روزہ رکھنا مستون عمل ہے، محرم کے مہینے میں جو ہجری کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے، نو اور دس، یا دس اور گیارہ تاریخ کو روزہ رکھنا مستون ہے، چار مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب خصوصی احترام اور احکام والے مہینے ہیں، ان کے علاوہ زکوۃ کے حساب کتاب میں، عورتوں کی عدت کے معاملے کے تصفیہ میں بھی ہجری یا قمری کیلنڈر کی ضرورت پڑتی ہے؛ چونکہ اتنے سارے اسلامی احکامات ہجری سال اور کیلنڈر سے جڑے ہیں؛ اسی لئے اس کو اسلامی سال اور کیلنڈر بھی کہتے ہیں؛ اس معنی میں نہیں کہتے ہیں کہ اور دوسرے سارے کیلنڈر غیر اسلامی ہیں؛ بہرحال ہجری کیلنڈر سے واقفیت اور ان کی تاریخوں کو جاننے کی طرف متوجہ رہنا ہر مسلمان مرد وعورت پر ضروری ہے اور اس کیلنڈر سے ناواقفیت کی وجہ سے شرعی کسی حکم کی پامالی پر دوہرا گناہ ہو سکتا ہے، ایک تو حکم کی پامالی کا گناہ اور دوسرا ہجری کیلنڈر کے نہ جاننے کا، جو کہ شعائر دین میں سے ہے۔

فقہی نقطہ نظر سے اکثر علماء کی رائے کے مطابق قمری مہینوں اور ہجری کیلنڈر سے واقفیت فرض کفایہ ہے، کہ ہر مسلم سماج میں ایک جماعت اس کو جاننے والی اور اس کا اہتمام کرنے والی ضرور ہونی چاہئے، تاکہ اسلامی احکامات اپنے متعین وقت پر بجالائے جاسکیں، فرض کفایہ میں اسلامی مزاج یہ ہے کہ ہر شخص کی یہ رغبت ہونی چاہئے کہ ہم اور ہمارے ساتھ ایک معتد بہ تعداد اس ذمہ داری کو اٹھالیں، یہ نہیں کہ ہر شخص یہ سوچے کہ میرے علاوہ دوسرے لوگ کر لیں گے، یہ غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے اور نتیجے کے اعتبار سے پورے سماج کو گنہگار اور مجرم بنانے والا طرز عمل ہے۔

قمری تاریخوں اور ہجری کیلنڈر کو فروغ دینا ایک ملی فریضہ ہے، اس کے لئے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ ہم بچوں کو باضابطہ اسے سکھائیں، بہ حیثیت معلم میں نے بہت سارے اونچی جماعتوں کے طلبہ کو بھی دیکھا کہ انہیں اس بارے میں کچھ بھی پتا نہیں، یہ ہم سرپرستوں اور اساتذہ کی مجرمانہ غفلت ہے، اس کا دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاملات زیادہ تر اسی کیلنڈر کے مطابق طے کریں۔

ہاں! یہ ذہن میں رہے کہ شمسی مہینے اور عیسوی کیلنڈر کی تاریخیں بالکل متعین اور طے ہوتی ہیں، چنانچہ اس کیلنڈر سے سفر وغیرہ کی بکنگ یا اس جیسے معاملات میں زیادہ وضاحت رہتی ہے؛ اس لئے ان جیسی سہولیات کے حصول کے لئے شمسی کیلنڈر سے معاملہ میں بھی یقیناً شرعی کوئی حرج نہیں ہے۔

قمری یا ہجری مہینے :1-محرم، 2-صفر، 3-ربیع الاول، 4-ربیع الثانی، 5-جمادی الاول، 6-جمادی الثانی، 7-رجب، 8-شعبان، 9-رمضان، 10-شوال، 11-ذی قعدہ، 12-ذی الحجہ

آج کل بعض ایپ بھی ایسے ہیں، جن میں صحیح قمری تاریخ رہتی ہے اور چاند کے انتیس یا تیس کے ہونے پر ہر ماہ کے شروع میں اس کو اپڈیٹ کیا جاتا ہے، عربی و اردو کے مختلف ایپ استعمال کرنے کے بعد قمری تاریخوں کے حوالہ سے اب تک کمیرے تجربہ کے مطابق سب سے اچھا ایپ "کشکول اردو" لگا۔

اخیر میں ایک مصلحت کی طرف اشارہ یقیناً دلچسپ ہوگا کہ آخر جب شمسی کیلنڈر بالکل متعین ہوتا ہے، تو اسے چھوڑ کر قمری کیلنڈر پر کیوں شرعی احکامات کا مدار رکھا گیا ہے؟ جو کیلنڈر چاند کے انتیس یا تیس کے نکلنے کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔ اس کے پیچھے دو حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں: ایک تو یہ کہ دنیا کے بعض خطوں میں چھ مہینے سورج نکلا اور چھ مہینے ڈوبا رہتا ہے؛ لیکن وہاں بھی چاند نارمل دنیا کی طرح نکلتا اور ڈوبتا رہتا ہے، آج ٹیکنالوجی کا دور ہے، جس میں آلات کے ذریعے کیلکولیشن کر کے شمسی تاریخ وہاں بھی متعین کر دی جاتی ہے؛ لیکن پہلے اس کا حساب آسان نہیں تھا؛ لیکن چاند کے معمول کے مطابق نکلنے اور ڈوبنے کی وجہ سے چاند سے حساب ان جیسے مقامات پر رہنے والوں کے لیے بھی ممکن تھا اور یہ دین تو پورے عالم کا ہے اور ہر عام وخاص کا ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو چوکنا رکھنا چاہتا ہے، اگر مسلمان اپنے اکثر معاملات قمری کیلنڈر سے کرنے لگیں، تو چاند کے انتیس یا تیس کے ہونے کی وجہ سے معاملات پر پڑنے والے فرق کے سلسلے میں چوکنا اور بیدار رہنا ہوگا، نیز یہ کہ عید وغیرہ کی خوشی متعین دن کے مقابلے میں چاند کی وجہ سے آگے پیچھے ہونے کی صورت میں دوبالا ہو جاتی ہے۔

امارت شرعیہ سے تصدیق نامہ لینے والے اہل مدارس متوجہ ہوں!

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک پریس ریلیز میں کہا ہے کہ تمام مدارس کے اساتذہ وذمہ داران جو مالی فراہمی کے لیے امارت شرعیہ کی طرف سے تصدیق نامہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں خواہ پہلی بار تصدیق نامہ لینے آرہے ہوں یا پہلے سے تصدیق نامہ حاصل کر چکے ہوں، ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے بلاک کے امارت شرعیہ کی جانب سے مقرر کردہ صدر اور سکریٹری سے تصدیق کرانے کے بعد اپنے علاقہ کے دار القضاء امارت شرعیہ جا کر مقامی قاضی شریعت سے سفارشی خط ضرور حاصل کرلیں، جس جگہ امارت شرعیہ کی جانب سے صدر اور سکریٹری مقرر نہیں ہیں وہاں علاقائی نقیب سے تصدیق کرائیں، جن لوگوں کو تصدیق نامہ میں مستحق بچوں کی تعداد لکھوانا ضروری ہو وہ لازمی طور پر اپنے علاقہ کے قاضی شریعت سے سفارشی خط پر تعداد واضح کرالیں۔

پہلی بار تصدیق نامہ حاصل کرنے والے اہل مدارس، صدر وسکریٹری اور قاضی کی تحریری سفارش کے علاوہ مدرسہ جس زمین پر قائم ہے اس کا رقبہ اور زمین کی رجسٹری یا وقف نامہ کی کاپی، اگر رجسٹرڈ مدرسہ ہے تو رجسٹریشن نمبر، طلبہ وطالبات کی درجہ وار مجموعی تعداد، دار الاقامہ میں مقیم امدادی وغیر امدادی طلبہ کی تعداد، اگر امارت شرعیہ یا اکابر علماء کرام کی جانب سے معائنہ ہوا ہو تو اس تحریر کی فوٹو کاپی ضرور منسلک کریں۔ ساتھ ہی جس جگہ مدرسہ واقع ہے وہاں کے کم از کم دو معزز اشخاص کے ٹیلی فون نمبر ضرور درج کریں، ان مذکورہ تفصیلات کے ساتھ اپنی درخواست ناظم امارت شرعیہ کے نام لکھ کر اپنے آدھار کارڈ کی فوٹو کاپی لگا کر کسی نائب ناظم سے جو موجود ہوں اپنے کاغذات کی جانچ کرائیں، پھر آگے کی کارروائی کے لیے دفتر نظامت میں درخواست جمع کریں، جو اہل مدارس پہلے بھی امارت شرعیہ کا تصدیق نامہ لے چکے ہیں، وہ تجدید کے لیے اپنا پرانا تصدیق نامہ اور یجنل بھی جمع کریں، تصدیق نامہ حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ ہے، اس کے بعد تصدیق نامہ کی غرض سے تشریف لانے کی زحمت نہ کریں۔

Scanned with CamScanner

اسلامی تہذیب کو باقی رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری

حافظ محمد سیف الاسلام مدنی

اسلام دنیا کا سچا مذہب ہے اور اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو ایک بہترین نظام اور قانون دیا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی رہنمائی کو محیط ہے۔ نکاح وطلاق، حیات وممات، معاشرت، حسن اخلاق، احسان کے تمام شعبوں میں جو رہنمائی مذہب اسلام نے کی ہے کسی اور مذہب میں اسکی نظیر تلاش کرنا وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔
اقوام عالم میں مسلمان وہ قوم ہے جو سب سے زیادہ مہذب ہے اور سب سے اچھی تعلیم وتہذیب رکھتی ہے۔ ایک دور تھا جب مسلمان نکاح وطلاق، تربیت اولاد، کھانے پینے اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے میں اسلامی تہذیب وثقافت پر عمل کرنے والے تھے لیکن وقت کے ساتھ حالات نے مسلمانوں سے انکی تہذیب چھین لی اور مسلمان اغیار کے طرز کو فالو کرنے لگے اور اسلامی تعلیمات سے کنارہ کش ہونے لگے، یہی وجہ ہے کہ آج پورے عالم میں مسلمان پسپا ہو رہا ہے اور باطل دن بدن عروج پر جارہا ہے۔ جو چیزیں خالص مسلمانوں کیلئے تھیں اور جن تعلیمات پر خاص طور سے اہل اسلام کو عمل کرنا چاہئے تھا، آج ان تعلیمات پر غیر قومیں عمل کر کے اپنے لئے ترقی کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ مفتی شفیع صاحب عثمانی رحمتہ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند نے فرمایا تھا کہ اگر تم کسی قوم کو دیکھو کہ وہ ناحق ہونے کے باوجود، ترقی کر رہی ہے تو سمجھ لو کہ کوئی حق چیز انکے ہاتھوں لگ گئی ہے۔
آج یورپ اور امریکہ مادیات میں ترقی کر رہے ہیں اور وہاں کی خاص بات ہے کہ وہاں کہ لوگ محنتی، جفاکش، امانت دار، دیانت دار اور صفائی پسند ہیں۔ انکے اندر معاملات کی صفائی موجود ہے۔ وہ وقت کا استعمال صحیح طور پر کرنا جانتے ہیں بر خلاف مسلمانوں کے کہ یہ تمام کام انہی کے تھے مگر مسلمانوں کی توجہ اس طرف سے یکسر ہٹ گئی۔ یہ اور بات ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اندر جنم لینے والی برائیوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لبرل ازم، روشن خیالی، الحادی اور ارتدادی نظریات انسانی حقوق کی پامالی، فحاشی، عریانیت، سیکسول ایکٹوٹیز ان ممالک میں عروج پر ہیں۔ ان برائیوں کے باوجود ان ممالک کی اچھی باتوں سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ افسوس اس بات کا ہے آج مسلم اقوام میں بھی مغربی تہذیب کی کرن تیزی سے پھیل رہی ہے اور برصغیر کے جمہوری اور اسلامی ممالک میں آزاد خیالی کے نعرے لگائے جارہے ہیں اور مغرب کی تہذیب کو باقاعدہ طور پر فالو کیا جارہا ہے حالانکہ اسلام کی اپنی ایک تعلیم اور تہذیب ہے جس میں انسانیت کے حقوق کی رعایت بھی ہے، معاشرہ کے اندر سے بے حیائی کے خاتمے کیلئے قیمتی تعلیمات موجود ہیں۔ نکاح وتقریبات کے موقع پر ہونے والی خرافات کے سدباب کیلئے لگام بھی ہے اور انسانیت کی تعلیم وتربیت کے لئے انمول خزانہ بھی۔ سید الکونین جناب محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تمہاری اولاد 5 برس کی ہوجائے تو اسکی تعلیم کا انتظام کرو، اور تمہاری اولاد کا جو پہلا کلمہ ہو وہ لا الہ الا اللہ ہو۔‘‘ ہم نے اپنی اولاد کو شیر خواری میں ہی انگریزوں کی تعلیمات سکھائیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد لڑکپن میں ہی موبائل کا قیمتی تحفہ دیا اور ٹی وی پر من چاہا پروگرام دیکھنے کی کھلی اجازت دی تو کیا بڑا ہو کر انکی یہ عادتیں چھوٹ جائینگی۔ ایک وہ مائیں تھیں جو اپنوں بچوں کو دودھ بھی پلایا کرتی تھیں تو ’’حسبی ربی جل اللّٰہ، ما لقلبی غیر اللّٰہ‘‘ کی صدائیں لگایا کرتی تھیں اور دودھ کے ایک ایک قطرہ کے ساتھ ان بچوں کے اندر اسلامی تہذیب اور توحید کی معرفت بھی داخل ہوا کرتی تھی۔ بے حیائی اور عریانیت ولبرل خیالی اب مسلمانوں کے اندر بھی تیزی سے جگہ بنا رہی ہے۔ شادی بیاہ کی وہ تقریبات جو خالص اسلامی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہونی چاہئے، ان تقریبات میں بے حیائی کا سیلاب امنڈا ہوا ہے۔ یہاں ایک ہی پنڈال اور ایک ہی مقام پر مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ ان تقریبات میں ایک اجنبی شخص کے ذریعے عورتوں کی مجلس میں جاکر ان کی ویڈیوگرافی بھی تیار کی جاتی ہے اور شرم وحیاء کا جنازہ نکالا جاتا ہے حالانکہ حیاء کو اسلام کا ایک اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ اکثر زناکاری اور عورتوں کی عصمتیں بے حیائی کی وجہ سے نیلام ہوتی ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے اور مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا، مگر نہ تو ہماری قوم کے مردوں میں اسکی فکر ہے اور نہ عورتوں کو۔
آج کی مسلم خواتین نقاب میں بھی اس قدر جاذب نظر دکھائی دیتی ہیں کہ وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتی ہیں۔ اسلام میں برقع فرض نہیں پردہ فرض ہے مگر خواتینِ اسلام لوگوں کی بھیڑ میں ایسے نقاب اور ایسے لباس زیب تن کرتی ہیں جو مردوں کی جستجو کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ عورتوں کے بارے میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب وہ ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلے تو آرائش کا اظہار نہ کرے، عام گزرگاہ سے بچ کر کنارے چلا کرے، اجنبیوں سے ضرورتاً بات کرتے وقت آواز میں کشش اور شیرینی نہ ہو۔ یہ وہ تعلیمات ہیں جو ایک بہتر معاشرہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اخلاق وگفتار میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ سب سے زیادہ سچائی کو پسند کیا جائے اور جھوٹ سے بچا جائے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی کا انجام جنت اور جھوٹ کا انجام دوزخ کو بتایا ہے (بخاری ومسلم)۔ قرآن کریم نے سیدھی اور سچی بات کو اعمال کی درستی اور گناہوں کی معافی کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ انسان جو کچھ بولتا ہے دنیا میں تو وہ رنگ لاتا ہی ہے، آخرت کے لئے بھی اسکے یہ بول محفوظ ہوجاتے ہیں۔ عنقریب جس کا حساب لیا جائیگا انسانوں سے گفتگو کے آداب میں یہ بھی ہے کہ نرم گفتگو کی جائے اور درشتی سے پرہیز کیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس دعوتِ ایمان دینے کے لئے بھیجا گیا تو خاص طور پر نرم کلامی کی ہدایت کی گئی (سورہ طٰہٰ)۔ کسی کے گھر میں جانے کے وقت اسلام ہماری رہنمائی اس انداز میں کرتا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اہل خانہ کو سلام کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر داخل نہ ہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ امید ہے کہ تم اس سے نصیحت حاصل کروگے۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ تب بھی جب تک اجازت نہ مل جائے داخل نہ ہو اور اگر واپس ہونے کو کہا جائے تو واپس ہوجاؤ یہی تمہارے لئے پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔
یہ وہ تعلیم اور تہذیب ہے جس کی حفاظت کرنا اور جس پر عمل کرنا اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔ آج قوم مسلم اپنا جائزہ لے کہ وہ کتنا اسلامی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔ آخر اللہ رب العزت کی جانب سے انسانیت پر ہونے والے انعامات، چاند کی ٹھنڈک، گلاب کی رنگت، موتیوں اور بیلوں کی خوشبو، بادنسیم کے جھونکے ساون کی بہار اور برسات کا نکھار، یہ سب اسی لئے ہیں کہ انسانیت کی ثابت قدمی کا امتحان لیا جائے اور انسان کے ورع وتقویٰ اطاعت وفرمانبرداری کا امتحان ہو کہ انسان اس دنیا میں اللہ کے قانون پر عمل پیرا ہوتا ہے یا دنیا کی رنگینیوں میں پڑ کر خالق ومالک کو بھلا دیتا ہے! اطاعت وفرمانبرداری کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنے مقام کو پہچانیں اور ہر ممکن اسلامی تعلیم اور تہذیب پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ اغیار کی تہذیب کو ہر ممکن چھوڑنے کی سعی کی جائے تو کسی حد تک اسلامی تعلیم اور تہذیب کا فروغ ہماری زندگی میں، معاشرے میں اور عالم میں ہوگا۔

عبادت گاہ قانون 1991ء کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا

پی چدمبرم

میں نے کئی قوانین کو بنتے ہوئے قریب سے دیکھا ہے اور ان میں کسی نہ کسی طرح میری شمولیت بھی رہی ہے۔ میں نے قوانین بنانے والوں کو اکثر اس پر قائل کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ بل مختصر ہو، (اس کی زبان) دلچسپ ہو اور واضح ہو۔ ایسا ہی ایک قانون عبادت گاہ قانون (خصوصی التزامات) 1991ء تھا۔
میرے خیال میں یہ قانون مختصر ہے۔ یہ صرف 8/ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد بھی ایک ہی ہے کہ آزادی کے وقت جو عبادتگاہ جس حالت میں تھی، وہ اسی حالت پر برقرار رہے گی۔ یہ بالکل واضح تھا، اس میں ’اگر‘، ’مگر‘ یا ’بہر حال‘ جیسی کوئی بات نہیں تھی اور یہ ’غیر جانبدار‘ تھا۔ میں ہر ایک کو ترغیب دینا چاہوں گا کہ مذکورہ قانون کی دفعہ 3 اور دفعہ 4(1) کا مطالعہ کیا جائے جو درج ذیل ہیں: ’’عبادت گاہ میں تبدیلی پر پابندی: کوئی بھی شخص کسی عبادت گاہ یا کسی مذہبی علامت والے مقام کو اسی مذہب کے کسی دوسرے علامت والے مقام یا کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ یا علامت والے مقام میں تبدیل نہیں کرسکتا۔ کچھ مخصوص عبادت گاہوں کا مذہبی کردار اور عدالتی اختیارات کی حدود: یہاں اعلان کیا جاتا ہے کہ 15/اگست 1947ء کے دن جو عبادت گاہ جس مذہبی حیثیت میں تھی، وہ اس حیثیت میں برقرار رہے گی۔ اس سے استثنیٰ صرف ایودھیا میں واقع رام جنم بھومی۔ بابری مسجد کو حاصل تھا کیونکہ یہ تنازع اس سے پہلے سے جاری تھا‘‘
اس قانون کے پس پشت جو نیت تھی اور مقصد تھا، جذبہ تھا اور جو امکانات تھے، انہیں عام طور پر قبول ہی کیا گیا۔ اس قانون کا مقصد حاصل بھی کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ عبادت گاہ اور مذہبی مقامات کے معاملے پر 30 سال خاموشی رہی اور حالات پُرامن رہے۔ عوام کی اکثریت نے یہ بات قبول کی کہ مندر، مندر رہے گا، مسجد، مسجد رہے گی، چرچ، چرچ رہے گا، گردوارہ، گردوارہ رہے گا اور کنیسہ، کنیسہ رہے گا۔ اسکے علاوہ جس کسی مذہب کا جو بھی مذہبی مقام ہے، اس کی جو حیثیت 15/اگست 1947ء کو تھی، وہ جوں کی توں برقرار رہے گی۔ بدقسمتی سے اس قانون پر عمل آوری کی مثالوں سے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ پارلیمنٹری ریسرچ فیسیلیٹی (پی آر آئی ایس ایم) سے کئے گئے سوالات میں یہ سامنے آیا ہے کہ تین مواقع پر آج کی حکومت نے اس قانون کے تحت مقدمات قائم کرنے اور گرفتاریوں پر بالکل معمولی جوابات دیئے ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس قانون پر عمل درآمد کے معاملے میں اس دوران جو بھی حکومتیں آئیں، انہوں نیا سے بڑی آسانی سے نظر انداز کیا ہے۔
28/اکتوبر 2020ء کو سپریم کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن داخل کی گئی تھی۔ اس میں جو اپلیں کی گئیں، ان سے کافی کچھ سمجھا جاسکتا ہے: عبادتگاہ قانون (خصوصی التزامات) 1991ء کے ابواب 2، 3 اور 4 کو غیر موثر اور غیر آئینی قرار دے دیا جائے کیونکہ درخواست دینے والوں کے مطابق یہ عبادتگاہیں بیرونی حملہ آوروں کے ذریعے تعمیر کی گئی ہیں اور غیر قانونی ہیں۔ یہ نشاندہی کی جانی چاہئے قانون کیا ابواب 3 اور 4 ہی حقیقت میں اس پورے قانون کی بنیاد ہیں۔ انہیں نکال دینے پر اس قانون میں کچھ نہیں بچتا۔ ان التزامات کو سپریم کورٹ میں اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا ہے کہ ان سے ہندوستانی دستور کی دفعات 14، 15، 21، 25، 26 اور 29 کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ پٹیشن داخل کرنے والے کے نزدیک یہ عبادت گاہیں بیرونی حملہ آوروں کے ذریعے تعمیر کی گئی ہیں اور غیر قانونی ہیں۔ اپنی درخواست میں درخواست گزار نے یہ واضح اور ظاہر کردیا کہ وہ کس کی حمایت کر رہا ہے اور کس کے خلاف ہے۔ درخواست گزار چاہتا تھا کہ ہندو، جین، بودھوں اور سکھوں کی عبادتگاہوں کو قانونی عمل کے ذریعے بحال کیا جائے۔ یہ رٹ پٹیشن 2020ء سے زیر التوا ہے۔ سال 2023ء میں سپریم کورٹ نے وارانسی کی انجمن انتظامیہ مسجد کمیٹی کی طرف سے دائر کردہ اسپیشل لیو پٹیشن (ایس ایل پی) پر سماعت کی تھی۔ ایس ایل پی میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 3/اگست 2023ء کے حکم کو چیلنج کیا گیا تھا۔ ڈسٹرکٹ جج نے اس علاقے کے محکمہ آثار قدیمہ (اے ایس آئی) کے سروے کی ہدایت دی تھی جہاں گیانواپی مسجد واقع ہے۔ ہائی کورٹ نے یہ اپیل خارج کردی تھی جس کے بعد درخواست گزاروں نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا تھا۔ سپریم کورٹ نے 4/اگست 2023ء کے ایک حکم نامے کے ذریعے کہا تھا کہ ’’ہم ہائی کورٹ کے نقطہ نظر سے اختلاف کرنے سے قاصر ہیں، بالخصوص ایسے میں جبکہ ہم آئین کی دفعہ 136 کے دائرہ اختیار کا استعمال کرسکتے ہیں۔ ہم نے سالیسٹر جنرل کی عرضداشت کو ریکارڈ کیا۔ (اور یہ حکم دیا) کہ (سروے کا) پورا عمل اے ایس آئی کے ذریعے مکمل کیا جائیگا اور وہ بھی ایسے طریقے سے جو جارحانہ نہ ہو۔‘‘
عدالت نے مدعیان کے مقصد کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کی جنہوں نے 2022ء میں سول سوٹ 18 دائر کیا تھا اور اس میں درخواست کی تھی کہ وہ گیان واپی مسجد کے احاطے میں پوجا پاٹ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جہاں دیوی دیوتاؤں کی باقیات موجود ہیں۔ مدعیان کی واضح کوشش وہاں پوجا پاٹ کی اجازت حاصل کرنا تھا۔ اگر انہیں وہاں پوجا پاٹ کی اجازت دی جاتی ہے تو یہ عمل مسجد کو جزوی طور پر مندر میں تبدیل کردے گا۔ ایسے ہی کسی اقدام کی ممانعت پلیسز آف ورشپ ایکٹ کے سیکشن 3 اور 4 میں تھی اور یہ بات بالکل سادہ زبان میں بیان کی گئی تھی۔ کیا مدعیان کے مقصد اور انہوں نے جو پوجا کی اجازت اپیل میں مانگی تھی، اسکے مضمرات ونتائج کا اندازہ کرنا عدالت کیلئے مشکل تھا؟ میرے خیال میں، سپریم کورٹ کو آئین کے آرٹیکل 142 کے تحت ’مکمل انصاف‘ کیلئے اپنے اختیارات کا استعمال کرنا چاہیے تھا اور یہ کہتے ہوئے اس مقدمہ کو خارج کردینا چاہئے تھا کہ جس قانون کا 30 سال احترام کیا گیا، اسے برقرار رہنا چاہئے۔ گیانواپی کے حکم کے بعد، متھرا کی عیدگاہ، سنبھل کی جامع مسجد، دہلی میں قطب کمپلیکس اور راجستھان میں اجمیر شریف درگاہ کے بارے میں تنازعات کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے۔ یہ کہاں ختم ہوگا؟

Scanned with CamScanner

دولت عثمانیہ کے دورِ اصلاحات کا مختصر جائزہ

مولانا عتیق احمد بستوی

دسویں صدی ہجری، سولہویں صدی عیسوی کے آخر تک دولتِ عثمانیہ دنیا کی عظیم تر سلطنت تھی، اس کا داخلی نظم ونسق، فوجی نظام، عدل وانصاف اس وقت کی تمام حکومتوں میں بے مثال تھا، عثمانی فتوحات کا سیلاب بڑی تیزی سے یورپ، ایشیا، افریقہ میں بڑھ رہا تھا، عثمان خاں اوّل سے لیکر سلیمان اعظم قانونی تک دولت عثمانیہ کے تخت پر دس ایسے فرمانبروا تخت نشین ہوئے جو اپنی عقل وتدبر، شجاعت وسیاست، سلیقۂ جہانگیری وجہاں بانی میں بے نظیر تھے، تاریخ عالم میں بہت کم کسی سلطنت کو مسلسل ایسے دس فرمانبروا نصیب ہوئے ہوں گے، سترہویں صدی سے اس کی فتوحات کا سیلاب ختم ہوا، سلیمان اعظم قانونی ہی کے دور میں سلطنت عثمانیہ کے اسباب زوال کی نشو ونما شروع ہوگئی، لیکن اس کے بعد بھی مدت تک یورپ کے قلب ودماغ پر دولتِ عثمانیہ کی سطوت وشوکت، قوت وجبروت کی دھاک بیٹھی رہی، سلطان محمد رابع کے عہد میں ویانا کے دوسرے محاصرہ (۱۶۸۳ء) کی ناکامی اور ترکوں کی شکست فاش کے بعد دولتِ عثمانیہ کا خوف اہلِ یورپ کے دلوں سے تقریباً ختم ہوگیا اور پڑوسی سلطنتوں نے حملے شروع کردیئے، اٹھارہویں صدی عیسوی میں دولتِ عثمانیہ کے زیادہ تر معرکے روس اور اسٹریا سے پیش آئے، روس اوراسٹریا کی فوجیں اگرچہ یورپ کے جدید اصولِ حرب پر ٹریننگ پا چکی تھیں پھر بھی دولتِ عثمانیہ کی فوجوں نے غیر معمولی جانبازی وشجاعت سے انکا مقابلہ کیا، دشمن کی جنگی مہارت اور جدید آلاتِ حرب کے مقابلہ میں جو کمی تھی، اسے عثمانیوں نے اپنے جوشِ ایمانی اور جذبۂ جہاد سے پورا کیا، پورا زور صرف کردینے کے باوجود روس واسٹریا سلطنت عثمانیہ کے بہت تھوڑے علاقوں پر قبضہ کرسکے، انیسویں صدی میں بڑی تیزی سے عثمانی مقبوضات کا سقوط شروع ہوا، سترہویں صدی میں جب عثمانی فوجوں کو بعض محاذوں پر شکست ہونے لگی، اسی وقت سے دولتِ عثمانیہ کے خاص خاص حلقوں میں ملک کی فوجی تنظیم اور نظامِ سلطنت کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جانے لگا اور اربابِ فکر نے جدید اصلاحات کے بارے میں سوچنا شروع کردیا اور دن بہ دن یہ رجحان بڑھتا رہا، اٹھارہویں صدی کے آخر میں مصر پر نپولین کے حملے نے عثمانی فوجوں کی تنظیم وتربیت کی ناکامی دو دو چار کی طرح واضح کردی، اس کے بعد بڑی تیزی سے ہمہ جہتی خصوصاً فوجی اصلاحات جاری کی جانے لگیں۔

مندرجہ ذیل صفحات میں ہم مختصراً ان اصلاحات کو پیش کرکے ان پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کریں گے، ان اصلاحات کو ہم چار ادوار میں تقسیم کرسکتے ہیں (۱) سلطان سلیم ثالث سے پہلے کا دور، (۲) سلیم ثالث کا دور (۳) محمود ثانی کا دور (۴) سلطان عبدالمجید کا دور۔

اصلاحات کا دَورِ اوّل

سلطان سلیم ثالث سے پہلے کے دور میں ہمیں دولتِ عثمانیہ کی تاریخ میں اصلاحات کے دھندلے نقوش اور متفرق اقدامات ہی ملتے ہیں، کوئی منصوبہ بند سرگرمی اور تحریک نہیں ملتی مختلف سلاطین ووزراء نے وقتی ضرورت اور ملکی مصالح کی بنا پر بعض اصلاحی قدم اٹھائے جن سے ملک کے قدیم انتظامی ڈھانچے میں کوئی دیرپا، انقلابی تبدیلی نہیں آئی، مراد رابع (۱۶۲۳ء-۱۶۴۰ء) نے سلطنت کا روز بروز زوال واضمحلال دیکھ کر چند فوجی اصلاحات کیں، اناطولیہ کے قاضی عسکر کی مدد سے بعض انتظامی تبدیلیاں بھی کیں (حرکۃ الاصلاح العثمانی، ڈاکٹر عبد اللطیف البحراوی)، سلطنت کے قوانین کو سختی کے ساتھ نافذ کیا، ان افسروں اور سرکاری ملازمین کو عبرت ناک سزائیں دیں، جو بددیانتی، رشوت ستانی اور ظلم وستم کے مرتکب ہوتے تھے کوپرلی خاندان کے وزراء نے بھی ملکی نظم وانتظام کے سلسلے میں بعض اہم اقدامات کئے، لیکن ان کے اقدامات زیادہ تر عیسائی رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک اور انہیں انصاف دلانے سے متعلق تھے، مصطفیٰ کوپرلی نے تمام پاشاؤں کے نام احکام جاری کئے کہ عیسائی رعایا پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے، اُن احکام کی پابندی نہ کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں، عیسائیوں کو نیا کلیسا تیار کرنے کی ممانعت تھی، مصطفیٰ کوپرلی نے یہ پابندی ختم کردی، حسین کوپرلی نے فوج، بحریہ، مالیات، مدارس وجوامع، اوقاف ومساجد تمام شعبوں میں کچھ نہ کچھ اصلاحات جاری کیں (دولت عثمانیہ، ڈاکٹر محمد عزیر)۔

سلطان احمد ثالث کے دور میں قسطنطنیہ میں پہلا مطبع قائم ہوا، اس کے آغاز سے پہلے مفتی اعظم اور علمائے کرام نے مطبع کی شرعی حیثیت پر بحثیں کیں اور بڑے غور وخوض کے بعد تصحیح اور جودتِ طبع کی شرط کے ساتھ مطبع جاری کرنے کی اجازت دی، لیکن اس وقت احتیاطاً خالص دینی کتابوں کی طباعت روک دی، کچھ دنوں بعد جب اس کی صحت طباعت اور تصحیح پر اعتماد ہوگیا، تو دینی کتابوں کی طباعت کی بھی اجازت دیدی (حرکۃ الاصلاح العثمانی، صفحہ: ۹۳، ڈاکٹر عبد اللطیف البحراوی)، دولتِ عثمانیہ عملاً بھی اسلامی حکومت تھی اس لئے اس کے سربراہ کوئی نیا قدم اٹھانے سے پہلے مفتی اعظم سے شرعی حکم دریافت کرتے اور ان کے فتوی کے بعد ہی اسے بروئے کار لاتے۔

سلطان محمود اول (۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء-۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء) نے فوجی نظام کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی، فوجی اصلاحات کا راستہ ہموار کرنے کیلئے فنون جنگ پر یورپین کتابوں کا ترجمہ کراکے ان کی اشاعت کی تاریخ جغرافیہ، ترکی زبان وادب وغیرہ کے موضوع پر بھی بہت سی کتابیں اس کے عہد میں شائع ہوئیں، اسی عہد میں احمد پاشا نے توپ خانہ کی اصلاح کی اور اسکدار میں انجینیر نگ کا ایک اسکول قائم کیا، لیکن ینی چری کی شدید مخالفت کی بنا پر یہ اسکول بند کرنا پڑا۔

محمود اول کے بعد سلطان مصطفیٰ ثالث (۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۷ء-۱۱۸۷ھ مطابق ۱۷۷۳ء) نے بھی اصلاحات کے میدان میں چند اہم قدم اٹھائے، اگرچہ مسلسل جنگوں کی وجہ سے وہ وسیع پیمانے پر اصلاحات برپا نہ کرسکا، اس کا صدر اعظم راغب پاشا یورپ کی علمی ترقیات کا گرویدہ تھا، اس کی حوصلہ افزائی سے یورپین مفکرین نیوٹن، فولٹر وغیرہ کے افکار وخیالات کا ترکی میں ترجمہ ہوا، مصطفیٰ ثالث بسا اوقات ممالک یورپ کے سفراء کو مدعو کرکے اصلاحات سے متعلق تبادلۂ خیالات اور مشورے کیا کرتا تھا، اس نے بعض فرانسیسی ماہرین کی مدد سے بارود خانہ قائم کیا اور توپ وتفنگ کے فنون کی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ بھی قائم کیا، راغب پاشا نے اپنی جیب خاص سے قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان پبلک لائبریری قائم کی اور متعدد شفاخانے اسی کے عہد میں تعمیر ہوئے۔

سلطان عبدالحمید اول (۱۱۸۷ھ مطابق ۱۷۷۳ء-۱۲۰۳ھ مطابق ۱۷۸۹ء) نے بھی اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں، صلحنامہ کینارجی (۱۷۷۴ء) کے بعد سلطان نے فوجی اصلاحات کو اپنا میدان عمل بنایا، فرانسیسی جرنلوں کی مدد سے اس نے توپ خانہ کو مضبوط کیا اور ترقی دی، فوجی انجینیر نگ کالج قائم کرکے نوجوانوں کو فوجی انجینیر نگ کی اعلیٰ تعلیم دلوائی، اس کے عہد میں فنونِ جنگ پر کتابوں کی تصنیف اور ترجمہ میں خاصی پیش رفت ہوئی، سلطان کے معتمد قبطان پاشا حسن جزائری نے بحریہ کو خاصی ترقی دی، ایک انگریز جہاز ساز کی مدد سے اس نے نئے طرز کے جنگی جہاز تیار کرائے۔

اصلاحات کا دوسرا دور

۱۷۸۹ء میں سلطان سلیم ثالث ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں تخت نشین ہوا، سلیم ثالث سلطان مصطفیٰ ثالث کا اکلوتا لڑکا اور سلطان عبدالحمید اول کا چہیتا بھتیجا تھا، فطری طور پر بڑا ذکی وذہین تھا، عبدالحمید اول نے اس کی تعلیم وتربیت کے بہترین انتظامات کئے، بہ ظاہر سرائے سلطانی میں نظر بند ہونے کے باوجود عبدالحمید اول کی شفقت ومحبت نے اسے پوری آزادی دے رکھی تھی، ان حالات سے فائدہ اٹھا کر اس نے تخت نشینی سے پہلے ہی امورِ سلطنت کی پوری واقفیت بہم پہونچائی اور اپنے کو حکمرانی کا اہل بنالیا، اس کے باپ مصطفیٰ ثالث نے اس کے لئے اپنے دورِ حکومت کی ایک سرگزشت چھوڑی تھی جس میں اس کے دور کے خاص خاص واقعات درج تھے اور دولت عثمانیہ کے انحطاط وزوال اور نظامِ سلطنت کے فساد وانتشار پر تبصرہ اور اصلاحات کا ایک مفصل خاکہ تھا، تخت نشینی کے بعد اس نے ایک اطالین طبیب لورنزو کو اپنا ہمراز اور مشیر خاص بنایا، لورنزو سے اس نے مغربی یورپ کی سلطنتوں، وہاں کے نظامِ مملکت، فوجی تنظیم اور اسباب ترقی کے سلسلہ میں پوری واقفیت حاصل تھی، کئی سال تک شاہ فرانس اور اس کے وزراء سے خفیہ خط وکتابت رکھی اور فرانسیسی تہذیب وثقافت کا گرویدہ ہوگیا۔

زمامِ سلطنت سنبھالنے کے بعد سلیم ثالث نے اصلاحات کا ہمہ گیر وہمہ جہت منصوبہ تیار کیا اور اس پر کاربند ہوگیا، سلیم ثالث کی اصلاحات کو ہم تین بڑے خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں (۱) انتظامی (۲) فوجی (۳) معاشرتی۔

ان میں سب سے اہم انتظامی اصلاحات تھے

سلطان سلیم ثالث کے دور میں دولتِ عثمانیہ چھبیس (۲۶) ولایتوں پر مشتمل تھی، یہ ولایتیں ایک سو ترسٹھ (۱۶۳) علاقوں میں تقسیم تھیں جن کو لوا کہا جاتا تھا، ہر لوا میں متعدد قضا یا ضلع ہوتے تھے، ہر قضا جس کی حیثیت وزیر کے برابر ہوتی تھی، پاشا اپنی ولایت کی ایک یا چند لواؤں پر براہِ راست حکومت کرتا تھا، بقیہ لواؤں کے حکام پر اس کی سیادت تسلیم کی جاتی تھی، پاشا کا تقرر عموماً ایک سال کیلئے ہوا کرتا تھا، بسا اوقات یہ منصب بڑی رشوت دیکر حاصل کیا جاتا، پاشائی کے امیدواروں کے پاس عام طور پر اس منصب کی ''خریداری'' کیلئے کافی رقم نہ ہوتی اسلئے وہ کسی دولت مند یونانی یا ارمنی ساہوکار سے بھاری قرض لیکر یہ رشوت ادا کرتے، قرض دینے والے ساہوکار کا ایک معتمد ایجنٹ پاشا کے ساتھ بہ طور سکریٹری کے رہتا اور عموماً صوبے کا اصلی حکمراں وہی ہوتا، یہ عیسائی ایجنٹ اپنے ہم مذہب عیسائی رعایا کو بہت تنگ کرتے اور ان پر نئے نئے ظالمانہ ٹیکس عائد کرتے تاکہ رشوت میں دی ہوئی بھاری رقم سود کے ساتھ وصول ہوجائے، پاشا اور اس کے کارندوں کی ولایت کے باشندوں پر اتنی مضبوط گرفت ہوتی کہ انکی شکایتیں باب عالی تک نہیں پہونچ پاتیں، لیکن اگر باشندوں کی طرف سے پاشا کی پرزور شکایتیں باب عالی تک پہونچ جاتیں اور تحقیق کرنے پر صحیح ثابت ہوتیں تو پاشا کو نہ صرف معزول کردیا جاتا بلکہ جرم کی سنگینی کی صورت میں قتل کردیا جاتا تھا مگر اس کی نوبت کم ہی آتی تھی، باب عالی کی طرف سے پاشا کی مدد کے لئے دو یا تین آدمی مقرر کئے جاتے جن کا انتخاب اسی ولایت کے باشندے کرتے انہیں اعیان کہا جاتا تھا، بسا اوقات اعیان بھی پاشاؤں کے ساتھ ظلم وستم میں شریک ہوجایا کرتے۔

سلطان سلیم ثالث نے اولاً تو اس کی کوشش کی کہ حکام اور پاشاؤں کے تقرر میں رشوت ستانی کا سلسلہ بند ہو، افسروں اور اہل کاروں کا تقرر کارکردگی اور لیاقت کی بنیاد پر ہو، رشوت اور سفارش کی بنیاد پر نہ ہو، ثانیاً قانون بنادیا کہ پاشا کا تقرر بجائے ایک سال کے تین سال کیلئے ہوا کرے گا تاکہ اسے ولایت کو ترقی دینے اور وہاں تعمیری اور رفاہی منصوبے بروئے کار لانے کیلئے خاصا وقت مل سکے اور تین سال کی مدت پوری ہونے کے بعد پاشا کا دوبارہ تقرر صرف باشندگان ولایت کی رضامندی سے کیا جائے، سلیم ثالث نے پاشاؤں کے اختیارات بہت کچھ کم کردیئے اور قانون بنادیا کہ ملک کے باشندوں سے خراج اور عشر وغیرہ مرکزی حکومت کے کارندے وصول کریں گے، پاشاؤں کو خراج، مالگذاری وصول کرنے کا کوئی حق نہیں، اسی طرح اس نے مرکزی حکومت میں صدرِ اعظم کے اختیارات میں بہت کمی کردی، اسے پابند بنایا کہ تمام اہم امور میں دیوان سے مشورہ لیا کرے۔

سلیمان قانونی نے بڑی مستحکم اور منصفانہ بنیادوں پر نظام جاگیرداری قائم کیا تھا، جس میں کلیۃً ظلم وستم کا سدِ باب کردیا گیا تھا، لیکن مرکزی حکومت کی روز افزوں کمزوریوں کی وجہ سے جاگیرداروں نے سلیمان قانونی کی عائد کردہ پابندیاں اور قوانین نظر انداز کردیئے اور بڑی حد تک خودسر وخود مختار ہو بیٹھے، جسکے نتیجے میں ملک میں ابتری بڑھتی گئی، محنت کش، کسان، مزدور طبقہ کا استحصال کیا جانے لگا، ان حالات کا جائزہ لیکر سلیم ثالث نے نظام جاگیرداری منسوخ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور قانون بنادیا کہ موجودہ جاگیرداروں کے مرنے پر انکی جاگیریں ضبط کرلی جائیں اور آئندہ ان جاگیروں کی آمدنی سرکاری خزانہ میں جمع کی جائے اور اس سے نئی فوج کے مصارف ادا کئے جائیں۔

Scanned with CamScanner

اسلام میں معلم کا کردار

عتیق الرحمن صدیقی

عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کی تعمیر اور تشکیل نو اسلام کے مطابق کرے، ظاہر ہے اس جہد وسعی کا اہم ترین محاذ نظام تعلیم کا میدان ہے اور اس میدان میں استاد کا رول ہی سب سے اہم ہے، وہ معاشی محرومیوں اور معاشرتی الجھنوں کے افلاس میں مبتلا ضرور ہے مگر اس کے باوجود اپنے من میں ڈوب کر اپنا سراغ پانے کی کوشش کرے۔ علم دراصل روشنی اور جہالت اندھیرا ہے، اندھیروں میں ناٹک ٹوئیاں مارنے سے بات نہیں بنتی بلکہ بگڑ جاتی ہے، جب تک کہ کوئی بندہ علم کی قندیل روشن نہ کرے، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: ''جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنی کتاب کو نور مبین سے موسوم کیا۔ اس نور سے منور ہوئے بغیر یہ ممکن نہیں کہ اللہ کا نائب یعنی خلیفۃ اللہ اپنے منصب کے تقاضے پورے کر سکے۔ اس لیے ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ علم حاصل کرے۔ طلب علم کے لیے سفر کو عبادت سے اور اس راہ میں موت کو شہادت سے اور علمی تحقیق میں بحث کو جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ ہر لحظہ تدبر، تفکر اور سوجھ بوجھ سے کام لینے پر زور دیا گیا، کہا گیا کہ مہد سے لحد تک علم کی طلب وجستجو میں رہو۔

اولین انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ علیہ السلام کی خلافت کا ذکر علم کے ساتھ ہوا۔ معلم حقیقی نے نام سکھا دیئے، حضرت آدم علیہ السلام کو معلمی کے منصب جلیلہ پر متمکن کر دیا گیا اور کہا گیا کہ ہدایت کا چلن عام کریں اور پھر اس سلسلے کا اختتام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس اولین وحی سے ہوا وہ بھی علم اور قلم سے متعلق ہے۔ ارشاد ہوا: ''پڑھو اے نبی! اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ جانتا تک نہ تھا۔'' (سورۃ العلق) اللہ تعالی نے انبیائے کرام اور بالخصوص نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا اور تمام نبیوں اور رسولوں کو ایک نہایت احسن معیار کا کامل اور بہترین نمونہ بنایا۔ حقیقت میں ہر نبی انسانیت کا معلم تھا۔ انسان کی صلاح وفلاح اور نشوو ارتقاء کا ہر پہلو اس کے پیش نظر تھا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مکارم اخلاق کی تکمیل اور حسن اخلاق کا اہتمام اپنی بعثت کا مقصد بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں زندگی کے تمام تر شعبوں کو جادۂ مستقیم پر گامزن کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو معلم کو مدارج اخلاق کا مخزن بتایا تا کہ وہ ضوفشاں ہو کر روشنی بکھیرے اور یہ کہہ کر کہ بے شک، اہل علم انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار ودرہم وراثت میں نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی وراثت علم ہے۔ اپنے پیروکاروں کو اس کا امین بناتے ہیں۔ بتایا کہ وہ لوگوں سے کسی اجر کے طالب نہیں ہوتے اور ان کا مشن طلب اور تحریص سے بالاتر ہوتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام جو دراصل اللہ کی طرف سے معلم بنا کر بھیجے گئے، ان کا رول ذیل کی آیات میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی دیواریں کھڑی کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دست بہ دعا ہوتے ہیں ''اے رب! ان لوگوں میں خود ان ہی کی قوم سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔'' (سورۃ البقرہ) اللہ تعالی نے باپ بیٹے کی یہ دعا قبول فرمائی اور اسی سورہ میں ارشاد فرمایا ''ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔'' (سورۃ البقرہ) ''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں ایک ایسا پیغمبر بنایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اور ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' (سورہ آل عمران) اس مضمون کو سورہ جمعہ میں بیان کیا گیا ہے: ''وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود ان ہی میں سے بنایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' (سورۃ الجمعہ) ان تمام آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمہ داریاں گنوائی گئی، یعنی تلاوت آیت، تعلیم، کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیۂ نفس۔ یہ چار اہم کردار بھی ہیں اور اپنا مضمون پیش کرنے کے لیے چار اہم اقدامات بھی۔ یہاں پر قاری، معلم، مربی، مزکی اور صاحب حکمت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا ہے، تلاوت آیات، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کا اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے یعنی افراد و معاشرہ کو فکری اور عملی طور پر سنوارنا اور نکھارنا۔ انبیاء کی جدوجہد کا اصل مقصد ہر انسان اور ہر معاشرہ کا تزکیہ ہے، تزکیہ کا مفہوم کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا، اس کو نشوونما دینا اور اس کو پروان چڑھانا ہے۔ نفس کے اندر جو غلط افکار ونظریات جڑ پکڑ گئے ہوں ان کی جڑیں اکھاڑنا، عادات واخلاق کی ناہمواریوں اور کمزوریوں کو دور کرنا اور نیکی کو بدی پر غالب کر کے ایک صالح معاشرے کی تشکیل کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کے لیے رحمت کا پیام لے کر تشریف لائے تھے، یہ دعوت بنی نوع انسان کے لیے رحمت تھی۔ قرآن نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، ان کے رب کی توفیق سے، اس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (سورہ ابراہیم)

ان آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہ اسلامی نظام کے ترکیبی عناصر بھی ہیں اور معلم کے کردار کی مختلف جہتیں بھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مسعود میں اور صحابہ نے خلفائے راشدین کے دور میں جو نظام تعلیم رائج کیا اس کے خد وخال میں علم وعمل کی وحدت ویکجائی ہی ہے۔ مفت تعلیم بھی ہے، یکساں نصاب بھی ہے، حریت فکر بھی ہے اور بے خوف وخطر رائے کی آزادی بھی ہے۔ تعلیم وتربیت کے اس نظام میں ہر لحظہ اخلاق حسنہ کی روح بھی کارفرما ہے۔ تعلیم پر کسی خاص گروہ کا اجارہ بھی نہیں، اور معلم کو علو مرتبت کا پورا لحاظ بھی موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معلمانہ حکمت عملی میں تنظیم بھی ہے تنوع بھی، مکالماتی انداز بھی ہے، انفرادی طور پر تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اجتماعی طور پر بھی خیر وبھلائی کی جانب راغب کرنے اور منکرات سے روکنے کا عمل ہو رہا ہے۔ نامساعد حالات میں صبر ومصابرت کی کیفیت موجود رہتی ہے، یاس وناامیدی کا کوئی گزر نہیں بلکہ ہر ساعت رجائیت کا چلن ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس تمام تر جدوجہد میں استاد کا مقام سب سے زیادہ اہم ہے، اس کی حیثیت مرکز ومحور کی سی ہے، وہ صرف پیغام رساں نہیں، اس کا کام صرف یہ نہیں کہ وہ تلامذہ کو معلومات فراہم کرے، بلکہ وہ تعلیم کے اصل مقصد کو ہدف بنا کر آگے بڑھنے پر مامور ہے۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے اور تعلیم اس قوم کو تشکیل دینے والے افراد کے احساس وشعور کو نکھارنے کا مفید وسیلہ ہوتی ہے۔ تعلیم زندگی کے مقاصد وفرائض کا احساس پیدا کرتی ہے، تعلیم ہی سے ایک قوم اپنے ثقافتی، مذہبی اور ذہنی ورثے کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی رہتی ہے اور اسلامی تعلیم وہ ہے جو انسان کو ہدایت الہی کی روشنی میں ذہنی، جسمانی اور طبعی قوتوں کے ذریعے مادی کائنات میں اس طرح تصرف کے قابل بناتی ہے کہ روحانی اور اخلاقی اقدار کا فروغ رضائے الہی کے حصول کا وسیلہ بنے اور بالآخر اخروی فوز وفلاح حاصل ہو جائے۔ عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کی تعمیر اور تشکیل نو اسلام کے مطابق کرے۔ ظاہر ہے اس جہد وسعی کا اہم ترین محاذ نظام تعلیم کا میدان ہے اور اس میدان میں استاد کا رول ہی سب سے اہم ہے۔ وہ معاشی محرومیوں اور معاشرتی الجھنوں کے افلاس میں مبتلا ضرور ہے مگر اس کے باوجود اپنے من میں ڈوب کر اپنا سراغ پانے کی کوشش کرے، اللہ سے سنبھلنے کی توفیق طلب کرے اور اپنے جلو میں برق وشرر کی خلش لے کر تعلیمی ماحول کو صبح نو سے ہمکنار کرنے میں جٹ جائے تو یقینا فوز وفلاح اس کا مقدر ہوگی۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۵/۲۳۲/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دین بندھی، سوپول)

بی بی سبیلہ خاتون بنت محمد مہر اللہ انصاری، مقام دین بندھی، ایس نرلی، ضلع سوپول۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

تمریز عالم ولد محمد رحمت عالم، رام پورہ، وارڈ نمبر ۱۱ ایس نرلی، ضلع سوپول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ دین بندھی، ضلع سوپول میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷ر رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸ر جنوری ۲۰۲۵ء روز سنیچر کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ ربجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۵/۶۷/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ سنگرام، ضلع مدھوبنی)

رخسانہ خاتون بنت محمد بھیدی، مقام تلاٹ بلی، ڈاکخانہ تلاٹ، تھانہ گھوگھرڈیہہ، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد زاہد ولد پھول حسن، مقام دیپ، ڈاکخانہ وتھانہ لکھنور، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ دس سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق حقوق ادا نہ کرنے کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ عارفیہ سنگرام، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸ر جنوری ۲۰۲۵ء مطابق ۱۷ر رجب المرجب ۱۴۴۶ھ روز سنیچر پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۲۲/۱۰۳۵/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بہار شریف، ضلع نالندہ)

راحت جبیں بنت محمد غلام سرور (نخوں) مقام چھجو محلہ نصیر پور باغیچہ ڈاکخانہ بہار شریف ضلع نالندہ۔۔فریق اول

بنام

محمد سلیم ولد محمد نعیم شیخ مقام روم نمبر ۱۱۳ر دین بند ھونگر ایس ایم روڈ نزد حسینیہ مسجد ایسٹ ممبئی۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

اس معاملہ میں فریق اول نے آپ کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ بہار شریف نالندہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۲۰۲۵ء روز اتوار پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

سردی میں بچوں کی حفاظت

بچے بھلا کسے اچھے نہیں لگتے ،گھر کی رونق بچوں کے دم سے ہی ہوتی ہے۔ بچوں کی زندگی کا ابتدائی زمانہ کس قدر دلچسپ ہوا کرتا ہے،اس سے سارے والدین اچھی طرح واقف ہیں۔ بچے کی ہر ہر ادا دل کو بھاتی ہے،اسی طرح اس کی چھوٹی سی تکلیف بھی دن رات کا آرام وسکون ختم کردیتی ہے۔ویسے تو ہر موسم میں بچوں کی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے،کیونکہ موسم کے اُتار چڑھاؤ بچوں پر جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔تاہم سردیوں کا موسم بچوں کی صحت پر دیگر موسموں کے مقابلے میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔سردیوں میں نزلہ،زکام،کھانسی اور بخار جلد ہی ان پر حملہ آور ہوجاتے ہیں۔سردیوں میں ناک بند ہونا،الرجی،خارش اور نمونیا جیسے امراض میں شدت آجاتی ہے ۔زیادہ ٹھنڈک کی وجہ سے ناک،کان،حلق،ٹانگوں اور پسلیوں کی تکلیف میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔چھوٹے بچے سرد موسم کی سختی کو برداشت نہیں کرپاتے ،لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ موسم سرما میں ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں،جن کے سبب ان بیماریوں کی روک تھام ممکن ہوسکے۔نزلہ بخار کی شدت کی وجہ سے نمونیا ہوسکتا ہے،جس کی وجہ سے بچوں کی پسلیاں چلنے لگتی ہیں اور انہیں سانس لینے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔چھوٹے بچوں کے پاؤں،سر اور سینے کو خاص طور پر گرم کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھنا چاہیے ۔بڑے بچوں کو بھی اسی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ انہیں مناسب گرم کپڑے پہنائے جائیں۔انھیں ٹھنڈے پانی کے ستعمال سے دور رکھا جائے ،بازار کی اشیاء جیسے کہ پاپڑ،ٹافیوں اور چاکلیٹ وغیرہ سے دور رکھا جائے کیونکہ اس سے گلے اور سینے میں انفیکشن ہوسکتا ہے۔جب بچوں کو نہلانا ہوتو نیم گرم پانی سے نہلائیں۔اس موسم میں شہد کا استعمال بھی مفید ہے۔اُبلے ہوئے انڈے کی زردی بھی فائدہ مند ہے۔چھوٹے بچوں کو انڈے کی پکی پکی زردی چٹائی جائے اور بڑے بچوں کو اُبلے ہوئے انڈے کے ساتھ نیم گرم دودھ دیا جائے۔کوشش کی جائے کہ شروع ہی سے ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں کہ اینٹی بائیوٹک دینے کی نوبت ہی نہ آئے ۔زیادہ اینٹی بائیوٹک دوائیں بچوں کی قوت مدافعت کو مزید کمزور کردیتی ہیں،جس سے بیماریوں کے خطرات مزید بڑھ جاتے ہیں۔بچوں کو سوتے وقت شہد دینا انہیں بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے جبکہ سردیوں میں کھجوروں کا استعمال سردی کے اثرات کو کم کرنے میں مفید ہے۔یوں تو ہر موسم میں ہی بچوں کی مالش پابندی سے کرنی چاہیے،لیکن موسم سرما میں بچوں کی جلد کو اضافی توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔نیم گرم پانی سے غسل کے بعد سرسوں کے تیل سے بچوں کی مالش کی جائے،یہ مالش ان کی جلد کو قوت بخشے گی۔جلد جسم کا حساس ترین حصہ ہے اور بچوں کی جلد تو بہت ہی نرم ونازک ہوتی ہے،اسی لئے شروع سے اس کی حفاظت کی جائے۔بچپن سے ہی ان باتوں پر توجہ دینے کے نتیجے میں بچے صحت کے مختلف مسائل میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ذرا سی توجہ کی بدولت ابتدا ہی میں کئی مسائل سے بچا جاسکتا ہے ۔بچوں کی مالش پانچ سال کی عمر تک باقاعدہ کی جانی چاہیے۔جو مائیں بچوں کو دودھ پلاتی ہیں،انہیں خود بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا وہ سردیوں میں ٹھنڈے پانی،ٹھنڈے مشروبات اور ٹھنڈی چیزوں سے گریز کریں۔مائیں خود بھی گرم کپڑے پہنیں اور خشک میوہ جات کو اپنی خوراک کا حصہ بنائیں کیونکہ ماں تندرست رہے گی تو بچہ بھی تندرست رہے گا۔سردیوں میں اس بات کا بھی خصوصی خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچے کا بستر زیادہ دیر گیلا نہ رہے،ورنہ وہ بیمار پڑسکتا ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ بچے کی نیند کے دوران اس کا ڈائپر دیکھتی رہیں،اگر وہ گیلا ہوگیا ہوتو اسے تبدیل کردیں۔سرد ہواؤں اور جاڑوں میں فقط تھوڑی سی احتیاطی تدابیر کے ذریعے ماں بچے کو بیمار ہونے سے بچاسکتی ہے۔ذیل میں اسی حوالے سے کچھ کارآمد ٹپس بتائی جا رہی ہیں جنہیں اپنا کر مائیں بچوں کو سردی سے محفوظ اور صحت مند رکھ سکتی ہیں۔بچے کو روزانہ صاف ستھرا کریں۔سردیوں میں بچے کو نیم گرم پانی سے نہلائیں۔اس سے قبل کسی معیاری بے بی آئل سے بچے کے جسم کا اچھی طرح مساج کریں۔غسل کے بعد بچے کو کچھ دیر کے لئے دھوپ میں بٹھائیں۔بچے کو وقفے وقفے سے نیم گرم پانی دیتی رہیں،تاکہ جسم میں پانی کی کمی نہ ہو۔ٹھنڈ سے بچانے کے لئے بچے کو تھوڑی مقدار میں شہد دیں۔ہر وقت ہیٹر آن نہ رکھیں۔اس سے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔رات میں بچے کو خشک ڈائپر پہنائیں۔سرد موسم میں جلد کی حفاظت کے لئے بچے کی ایکسٹرا کیئر کرنی ضروری ہے۔سرد موسم جلد کو خشک کردیتا ہے ،جس کی وجہ سے جلد میں خارش ہونے لگتی ہے اور جلد میں نمی کم ہوجاتی ہے ۔کچھ حفاظتی تدابیر اپنا کر مذکورہ بالا مسائل سے بچاجاسکتا ہے۔بچے کو غسل دینے کے بعد فوراً باہر لے کر نہیں جائیں۔غسل کے بعد بچے کے پورے جسم پر موئسچرائزر کا استعمال کریں،تاکہ بچے کے جسم میں نمی کی کمی نہ ہو۔سر سے پاؤں تک لوشن کا استعمال کریں۔سرد موسم میں بچے کو گرم ملبوسات پہنانا چاہیے،مگر یہ اس قدر گرم نہ ہوں کہ پسینہ آنے لگے۔بے بی جلد کی مناسبت سے نرم،گرم ملبوسات صحیح رہتے ہیں،کیونکہ سرد موسم میں بچے کی جلد اور بھی نرم ہوجاتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

بہار میں دو ہزار پنچایت بھون کی ہوگی تعمیر

آکانکشی ضلع پروگرام' کے تحت پانچ شعبوں صحت اور غذائیت،تعلیم،زراعت اور آبی وسائل،فائنانشیل انکلوزن اور اسکل ڈیولپمنٹ اور بنیادی ڈھانچہ شامل ہیں۔اس کے تحت ریاست کے کل 13 ضلعوں ارریہ،اورنگ آباد،بانکا،بیگوسرائے،گیا،جموئی،کٹیہار،کھگڑیا،مظفرپور،نوادہ،پورنیہ،شیخ پورہ اور سیتامڑھی کو شامل کیا گیا ہے۔اس منصوبہ کے تحت بہار میں محکمہ کی طرف سے تقریباً 2 ہزار پنچایت سرکار بھون کی تعمیر کرائی جارہی ہے۔زمین کی کمی کی وجہ سے کچھ ضلعوں میں زمین تنازعہ،زمین کی عدم دستیابی کی وجہ سے مسائل سامنے آرہے ہیں۔ایسے میں چیف سکریٹری نے متعلقہ اضلاع کے ضلع مجسٹریٹ کو مسئلے کا حل کرنے کی ہدایت جاری کی ہے۔اس دوران وزیر اعلیٰ نشچے،خود امدادی بھتہ منصوبہ کا بھی جائزہ لیا گیا۔چیف سکریٹری نے ہدایت دی کہ ہدف کے خلاف درخواست حاصل کرنے کے لیے ضلع رجسٹریشن اور صلاح ومشورہ مرکز کی سطح سے ضلع،بلاک،پنچایت،وارڈ،تعلیمی اداروں میں وسیع پیمانے تشہیر کے لیے کیمپ لگا کر کاؤنسلنگ کرانا یقینی کیا جائے۔

گنگا اور کوسی ندیوں پر 104 کروڑ روپے کی لاگت سے پل بنے گا

گنگا اور کوسی ندیوں پر پانچ پیپا پل بنایا جائے گا،اس کی منظوری دے دی گئی ہے۔پیپا پل پٹنہ،سمستی پور،ویشالی،بھوجپوری،مدھے پورہ اور کھگڑیا اضلاع کو جوڑے گا۔جس کی وجہ سے گاؤں اور دیارہ علاقہ کی بڑی آبادی کو اس سے راحت ملے گی۔اس وقت ان علاقوں کے لوگوں کے لیے گنگا کو عبور کرنے کا واحد ذریعہ کشتیاں ہیں۔اس بار سمستی پور،ویشالی،بھوجپوری اور پٹنہ اضلاع میں گنگا ندی پر چار پیپا پل بنائے جارہے ہیں،اس کی منظوری مل گئی ہے۔مدھے پورہ اور کھگڑیا اضلاع میں کوسی ندی پر ایک پیپا پل بنایا جائے گا۔6 اضلاع میں پانچ پیپا پل بنائے جائیں گے۔اس سے دیارہ کے علاقے کی بڑی آبادی کو ریلیف ملے گا۔گنگا ندی پر نئی جور اور بلیا کے ہلدی گاؤں کے درمیان بننے والا پیپا پل بہار اور اتر پردیش کے درجنوں گاؤں اور دیارہ میں رہنے والے لاکھوں لوگوں کو بڑی راحت فراہم کرے گا۔عوام کو زرعی مصنوعات کی نقل وحمل،تجارت،صحت اور تعلیم میں ریلیف ملے گا۔پیپا پل نہ ہونے کی وجہ سے بہار اور یوپی کے لوگوں کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔پیپا پل کی لمبائی 732 میٹر ہوگی اور اس پر 16.57 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔گنگا ندی پر مہولی اور سیتاب دیارا کے درمیان بنایا جارہا پیپا پل بھوجپور کے نور پور اور معظم پور اور یوپی کے سیتاب دیارا کے درجنوں گاؤں کو جوڑے گا۔پیپا پل کی لمبائی 732 میٹر ہوگی اور اس پر 15.20 کروڑ روپے لاگت آئے گی۔گنگا ندی پر غیاث پور بختیار پور اور کالا دیارہ کے درمیان 659 میٹر لمبا پیپا پل بنایا جائے گا۔اس پر 11.82 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔اس سے سمستی پور کے کالا دیارا روپش مہاجی،غیاث پور مہاجی،دیر پور،مروہی،چیرایا،ہرداس پور،ویشالی کے 17 بیگھہ،شیونگر اور جودھوان پور،اکونہ،جچھروا کے لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوگا۔گنگا ندی پر ہرداس پور دھرنی پٹی کے درمیان پل بننے سے بختیار پور سے موہن پور بلاک کا فاصلہ 90 کلومیٹر سے کم ہوکر 15 کلومیٹر رہ جائے گا۔مہنار بلاک اور پٹنہ ضلع کے تقریباً 10 بلاک کے لوگوں کو فائدہ ملے گا۔یہ پیپا پل 793 میٹر کی لمبائی میں تعمیر کیا جائے گا اور اس پر 35.72 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔کوسی ندی پر زیرو مائل کپاسیا گھاٹ کے درمیان بنائے جانے والے پل سے 14 پنچایتوں کھاپور،سونامکھی،گنگاپور نارتھ—سادکٹھ،اٹھاری،کھرحان،ادماہی،چودلی مرلی کے تقریباً 90,000 افراد مستفید ہوں گے،جس پر 251 کروڑ روپے لاگت آئے گی۔اس کی لمبائی 500 میٹر ہوگی۔پانچوں پیپا پلوں کی تعمیر پر 104 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ بہار اسٹیٹ برج کنسٹرکشن کارپوریشن پیپا پل تعمیر کرے گی۔نائب وزیر اعلیٰ و روڈ کنسٹرکشن کے وزیر وجے کمار سنہا نے کہا کہ پیپا پل علاقائی ترقی کو تیز کرنے اور طرز زندگی کو بہتر بنانے میں اہم رول ادا کرے گ

اتراکھنڈ میں 'یونیفارم سول کوڈ' جنوری 2025 میں ہوگا نافذ

اتراکھنڈ کے وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی نے یوسی سی کے حوالے سے ایک بڑا اعلان کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ جنوری 2025 سے اتراکھنڈ میں یکساں سول کوڈ (یوسی سی) نافذ کردیا جائے گا۔وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی نے یو سی سی کے نفاذ سے متعلق جانکاری دیتے ہوئے کہا کہ''یوسی سی کو نافذ کرنے کی سمت میں اتراکھنڈ بی جے پی حکمراں ریاستوں کے لیے ایک ماڈل بن کر سامنے آئی ہے۔'' وزیر اعلیٰ نے وزیر اعظم نریندر مودی اور مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ کا شکریہ بھی ادا کیا۔وزیر اعلیٰ دھامی نے کہا کہ''انہوں نے ریاست اتراکھنڈ کو یوسی سی نافذ کرنے کی طرف رہنمائی کی۔یوسی سی نافذ کرنے والی اتراکھنڈ ملک کی پہلی ریاست بننے جارہی ہے۔'' پشکر سنگھ دھامی نے یوسی سی کے نفاذ سے متعلق مزید جانکاری دیتے ہوئے کہا کہ''سال 2022 کے اسمبلی انتخاب میں بی جے پی نے وعدہ کیا تھا کہ اتراکھنڈ میں حکومت آئی تو یوسی سی کو نافذ کرے گی۔جنوری 2025 سے اتراکھنڈ میں یکساں سول کوڈ نافذ ہوجائے گا۔اس کے حوالے سے ہر طرح کی تیاری مکمل کرلی گئی ہے۔'' ساتھ ہی وزیر اعلیٰ نے افسران کو ہدایت دی کہ ضابطے کی دفعات کو نافذ کرنے کے لیے عملوں کو مناسب تربیت فراہم کریں۔عملوں کو ہر طرح کی بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں۔نیز زیادہ سے زیادہ سروسز کو آن لائن رکھ کر عام لوگوں کی سہولت کا بھی خیال رکھا جائے۔

اندور میں بھیک دینے والوں کے خلاف درج ہوگی ایف آئی آر

اندور میں یکم جنوری 2025 سے بھکاریوں کو بھیک دینے والوں کے خلاف ایف آئی آر درج کی جائے گی۔ضلع انتظامیہ نے شہر کو بھکاریوں سے پاک کرنے کے لئے اقدامات شروع کردیے ہیں اور اس حوالے سے آگاہی مہم بھی جاری ہے۔اگر کوئی شخص یکم جنوری سے بھیک دیتے ہوئے پایا گیا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ضلع کلکٹر آشیش سنگھ نے اس بات کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ انتظامیہ نے پہلے ہی شہر میں بھیک مانگنے پر پابندی عائد کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص یکم جنوری کے بعد بھیک دیتے ہوئے پایا گیا،تو اس کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔اس اقدام کا مقصد لوگوں کو بھیک دینے سے روکنا ہے اور اس عمل میں شریک افراد کو جرم میں شریک نہ بننے کی ترغیب دینا ہے۔

Volume:64/74,Issue:49 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF, PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26

R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

مرا حوصلہ تو دیکھ، داد تو دے کہ اب مجھے
شوق کمال بھی نہیں خوف زوال بھی نہیں
(جون ایلیا)

شام میں سیاسی اتھل پتھل

اللہ نواز خان

خطہ مشرق وسطی کے ملک شام میں آخر کار بشارالاسد حکومت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ 50 سال سے زائد عرصہ ہو گیا ہے کہ اسد خاندان شام پر حکومت کر رہا تھا۔ اس حکومت کا خاتمہ حیات التحریر الشام نامی گروہ نے کیا ہے۔ شام میں کافی عرصے سے خانہ جنگی جاری تھی اور اب بھی کتنا عرصہ جاری رہے گی، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مختلف گروہ آپس میں برسرپیکار ہیں اور اس کا فائدہ بیرونی قوتیں حاصل کر رہی ہیں۔ بیرونی مداخلت نے شام کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ساٹھ لاکھ افراد ملک میں ہی در بدر پھر رہے ہیں، لاکھوں افراد ہمسایہ ممالک میں پناہ گزین ہو چکے ہیں اور لاکھوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ شام میں کئی سالوں سے بمباری جاری ہے اور اس بمباری سے عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ پورے کے پورے محلے نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ اسد حکومت نے بھی شہریوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تباہ کر کے رکھ دی۔ اسد حکومت کو ایران اور روس کی حمایت حاصل تھی۔ شام میں حالات پہلے بھی بدتر تھے لیکن 2011 میں عرب بہار کے بعد مزید بدترین ہو گئے۔ عرب بہار میں کئی عرب ممالک متاثر ہوئے۔ شام میں بھی عرب بہار کے زیر اثر احتجاج شروع ہوا لیکن اسد حکومت نے احتجاج کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔ اس احتجاج اور ٹکراؤ میں بہت سا انسانی خون بہایا گیا۔ اب تقریبا 14 برس کے بعد اسد حکومت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ 14 برس میں خونی کھیل کھیلا گیا اور اب کہا جا رہا ہے کہ خونی کھیل کا اختتام ہو گیا ہے، لیکن ابھی تک صورتحال کنٹرول میں نہیں۔ کچھ طبقے اس بات پر اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں کہ شام میں ایک بدترین اور انسانیت سوز حکومت کا خاتمہ ہوگیا ہے اس لیے امن آجائے گا لیکن اب بھی اس بات کا امکان موجود ہے کہ حالات ویسے ہی رہیں یا اس سے بھی بدترین ہو جائیں۔ صرف شام ہی نہیں بلکہ مشرق وسطی کے دیگر ممالک بھی بدامنی اور انتشار کا سامنا کر رہے ہیں۔ اسرائیل غزہ کو تباہ کر چکا ہے، اب لبنان اور دوسرے ممالک کی طرف رخ کر چکا ہے۔ شام پر بھی اس کے حملے شروع ہو گئے ہیں اور اس بات کا بہانہ بنایا جا رہا ہے کہ یہاں کیمیائی ہتھیار ہیں۔ اسرائیل کے مطابق شام پر مشتبہ کیمیائی ہتھیاروں اور میزائل بنانے والے مبینہ اہداف پر حملے کر رہا ہے۔ اسرائیلی وزیر خارجہ کا کہنا ہے کہ بشارالاسد حکومت کے خاتمہ کے بعد یہ ہتھیار شدت پسندوں کے ہاتھ لگ سکتے ہیں۔ مختلف میڈیا رپورٹس بتا رہی ہیں کہ پچھلے دو دنوں سے اسرائیل نے شام پر درجنوں فضائی حملے کیے ہیں۔ اسرائیل اگر کیمیائی ہتھیاروں کا بہانہ نہ بھی بنائے تو اس کو پوچھنے والا کون ہے؟ اسرائیل نہیں چاہے گا کہ شام میں امن آجائے، اس کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ شام اور دوسرے ممالک انتشار کا شکار رہیں اور اس انتشار کا فائدہ اسرائیل اٹھاتا رہے۔ کیمیائی ہتھیار وہ ہوتے ہیں جو کہ بہت زیادہ زہریلے ہونے کی وجہ سے انسانی زندگی کے لیے بہت ہی تباہ کن ہوتے ہیں۔ اب ذرا اندازہ لگایا جائے کہ اسرائیل کے علاوہ کئی ممالک کتنے زہریلے ہتھیار استعمال کر چکے ہیں؟ اسد حکومت بھی اپنے شہریوں پر زہریلے کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کرتی رہی ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ تسلیم کرنے سے انکار کر رہی ہیں۔ اسرائیل کے علاوہ روس اور ایران کی طرف سے بھی خطرہ ہے کہ وہ بھی بشارالاسد کو دوبارہ برسر اقتدار لانے کی کوشش کریں۔ اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ خانہ جنگی ختم نہیں ہوگی۔

شام میں کافی عرصہ سے خانہ جنگی جاری ہے۔ مختلف قوم پرست تنظیموں کے علاوہ حیات التحریر الشام اور مختلف گروہ برسرپیکار تھے۔ کئی گروہوں کو مغرب اور امریکہ کی طرف سے امداد اور حمایت ملتی رہی ہے۔ روس اور ایران کی حمایت اور مدد بشار حکومت کو ملتی رہی ہے۔ 14 سالہ دور حکومت مسلسل ہنگامہ خیز رہا ہے۔ بشار روس کے طرف فرار ہوئے ہیں اور روس میں اس کو سیاسی پناہ مل چکی ہے۔ روس کے مطابق انسانی ہمدردی کے تحت بشارالاسد اور اس کے خاندان کو پناہ دی گئی ہے۔ اس پناہ اور ہمدردی کو امریکہ اور مغربی دنیا میں تشویش کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ بشار حکومت اور ایران کے بھی تعلقات اچھے تھے۔ شام میں روس کے اڈے بھی موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان اڈوں میں مختلف ہتھیاروں کا ذخیرہ موجود ہو۔ اس بات کا امکان ہے کہ ان ہتھیاروں پر الشام کے جنگجو قبضہ کر لیں۔ حیات التحریر کو باغی گروہ کہا جا رہا ہے لیکن اکثریت کا خیال ہے کہ وہ شام کے نجات دہندہ ہیں۔

انہوں نے اعلان کیا ہے کہ مقدس مقامات کے تقدس کا خیال کیا جائے گا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے مزار مبارک کا تحفظ کیا جائے گا اور پرانے متولیوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ مزار کی دیکھ بھال کریں۔ ان کی طرف سے عام معافی کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ بہت سے قیدیوں کو رہائی ملی ہے۔ ان میں ہزاروں قیدی بے گناہ تھے۔ ان میں سے ایک قیدی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ چالیس سال کی قید کے بعد آزاد ہوا ہے، جب وہ قید ہوا تو سولہ سال کا لڑکا تھا اب ستاون سال ہو چکے ہیں کہ اس کو رہائی ملی ہے۔ بے شمار ایسے قیدی ہیں جن کو تیس، چالیس چالیس سال قید کے بعد رہائی نصیب ہوئی ہے۔ لاکھوں بے گناہ افراد قتل ہوئے ہیں ان کے لواحقین بشار حکومت کے خاتمہ پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ اگر واقعی التحریر کے ارکان شام کے شہریوں کے لیے نجات دہندہ ہیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ کافی عرصہ کے بعد شام کو امن نصیب ہو چکا ہے۔

شام کے حالات خراب کس نے کیے ہیں؟ غزہ کو کون برباد کر رہا ہے؟ اردن میں کون انتشار پھیلا رہا ہے؟ لبنان کو کس نے دہائیوں سے حالت جنگ میں دھکیلا ہوا ہے؟ یمن میں بدامنی کس کے اشاروں پر ہوئی؟ درجنوں ایسے سوالات ہیں جو کہ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ رہے ہیں۔ کمزور ممالک میں انتشار پھیلا دیا جاتا ہے اور اس کو اپنے مفاد کے لیے جمہوریت، انسانی حقوق یا انقلاب کا نام دے دیا جاتا ہے۔

مشرق وسطی میں امن لانے والے خود ہی بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ غزہ کو تباہ کر دیا گیا ہے لیکن جنگ بندی نہیں ہو رہی ہے۔ شام میں جان بوجھ کر بدامنی پھیلائی جاتی رہی تا کہ بڑی طاقتیں مفاد سمیٹتی رہیں۔ اسلامی ممالک کی خاموشی بھی افسوسناک ہے اور کئی سوالات کو جنم دے رہی ہے؟ اسلامی ممالک کیوں نہیں سمجھتے کہ آج ان کے بھائیوں کے گھروں میں آگ لگی ہوئی ہے، کل ان کا بھی نمبر آجائے گا۔ امت مسلمہ متحد ہو کر اس جنگ زدہ ماحول کو ختم کر سکتی ہے۔ بڑی بڑی طاقتیں اب بھی شام کو دیکھ رہی ہیں، بظاہر وہ ایسے بیانات دے رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شام میں امن کی خواہاں ہیں۔ بہر حال جو بھی ہو چکا ہے شام میں امن آنا چاہیے۔ اسلامی ممالک خصوصی توجہ دے کر شام میں امن بحال کریں۔ امن اور بحالی کے نام پر بڑی طاقتیں شام میں سرمایہ کاری کریں گی اور اس سرمایہ کاری کے مفاد بھی سمیٹے جائیں گے۔ اگر واقعی وہ طاقتیں امن کی خواہاں ہیں، تو فوری طور پر مشرق وسطی میں جنگ بندی کریں۔ غزہ میں جاری جنگ کا فوری خاتمہ ضروری ہے۔ اگر پورے مشرق وسطی میں امن نہیں لایا جا سکتا تو شام میں ہی امن لایا جائے۔ شام کی تباہی بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ عمارات جو کھنڈرات کے مناظر پیش کر رہی ہیں معیشت بھی تباہی کا شکار ہے، خوراک اور ادویات کی بھی شدید ضرورت ہے، بیرون ممالک پناہ گزین ہونے والے افراد کو واپس گھروں کو لوٹایا جائے اور ان کی مدد کی جائے۔ بیرونی طاقتیں واقعی امن لا سکتی ہیں اور فرض کیا اگر واقعی امن آ گیا تو انسانیت پر ایک عظیم احسان کہا جا سکتا ہے۔

شام میں دیگر مسائل میں ایک بڑا مسئلہ سیاسی عدم استحکام اور عدل و انصاف بھی ہوگا، سیاسی استحکام اور عدل و انصاف شام کو پر امن ملک بنا سکتا ہے۔ مختلف گروہ جو آپس میں برسرپیکار ہیں، ان کو بھی متحد ہونے کی ضرورت ہے تا کہ شام میں بہتر اقدامات کیے جا سکیں۔ تعلیم پر خصوصی توجہ شام کو چند سالوں میں نمایاں مقام دلا سکتی ہے۔ اقوام متحدہ بھی خصوصی توجہ دے کر شام کی بہتری کے لیے کام کرے، تا کہ اقوام متحدہ کا صحیح کردار دنیا کو دکھائی دے۔ امداد کے نام پر بیرونی مداخلت لازما ہوگی، اس لیے شام کی قائم ہونے والی حکومت کو خصوصی سوچ بچار کرنی ہوگی۔ ہر پر امن فرد کی خواہش ہے کہ شام سمیت پورے مشرق وسطی میں امن آجائے۔ پتہ نہیں یہ خواب کب پورا ہوگا؟

○ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

WEEK ENDING-23/12/2024 Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690

Scanned with CamScanner